آئینہ انجمن

جمادی الاوّل 1445ھ، دسمبر 2023ء

شمارہ نمبر:58

رابطہ: 7 - 34993436 - 021

www.QuranAcademy.edu.pk

انجمن خدام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

اہم موضوعات

ڈاکٹر محمد الیاس
اٹھو صلاح الدین ایوبی کے فرزندو! — صفحہ نمبر: 03

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظاتِ صدر مؤسِس انجمن خدّام القرآن، کراچی — صفحہ نمبر: 07

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ
اقتباسِ نگران انجمن خدّام القرآن، کراچی — صفحہ نمبر: 08

راحیل گوہر صدیقی
کیا قائد اعظم سیکیولر ذہن کے مالک تھے — صفحہ نمبر: 09

سعد عبداللہ
بیت المقدس ۔۔۔ مختصر تاریخی خاکہ — صفحہ نمبر: 12

زوجہ عماد الدین قدوائی
حیات جاوداں مقدر ہے میرا — صفحہ نمبر: 16

مولانا محمد آصف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز تنبیہ (چوتھی ۔۔۔ قسط) — صفحہ نمبر: 22

مفتی مسعود الرحمن
حسن اخلاق کی اہمیت و فضیلت — صفحہ نمبر: 24

ماہانہ رپورٹ
انجمن خدّام القرآن سندھ کے تحت جاری سرگرمیاں — صفحہ نمبر: 29

B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔
انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

فرمان الٰہی جل جلالہ
و
فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا.(بنی اسرائیل: 53)

ترجمہ: اور میرے بندوں سے کہو کہ وہی بات کہیں جو بہتر ہو۔ شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

تشریح: یہ آیت داعی اور مدعو کے نازک رشتہ کے بارے میں ہے۔ حکم دیا گیا ہے کہ مدعو کی طرف سے خواہ کتنی ہی سخت بات کہی جائے اور کتنا ہی اشتعال انگیز معاملہ کیا جائے، داعی کو ہر حال میں قول احسن کا پابند رہنا ہے۔ کیوں کہ داعی اگر جوابی ذہن کے تحت کارروائی کرے تو مدعو کے اندر مزید نفرت اور ضد کی نفسیات ابھرے گی۔ اور داعی اور مدعو کے درمیان ایسی کش مکش پیدا ہوگی کہ لوگ داعی کی بات کو ٹھنڈے ذہن کے ساتھ سننے کے قابل ہی نہ رہیں۔

داعی اور مدعو کے اندر ضد اور نفرت کی فضا پیدا ہونا سراسر شیطان کی موافقت میں ہے تاکہ وہ حق کے پیغام کو لوگوں کے لیے ناقابل قبول بنا دے۔ اس لیے اگر داعی اپنے کسی فعل سے مدعو کے اندر ضد اور نفرت کی نفسیات جگانے لگے تو گویا کہ اس نے شیطان کا کام کیا، اس نے اپنے دشمن کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دے دیا۔ (تفسیر تذکیر القرآن۔۔ مولانا وحید الدین خاں)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، قَالَ:«مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا».(رواہ مسلم)

ترجمہ: "جس نے ہدایت کی طرف بلایا، تو جس قدر ثواب اس کی دعوت پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے، اتنا ہی اجر اس کے لیے ہے۔ اسے ملنے والے اجر کی وجہ سے ان [عمل کرنے والوں] کے ثواب میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا، اس کے ذمہ اتنا ہی گناہ ہے، جتنا اس کی دعوت کے نتیجے میں گناہ کرنے والوں پر ہوگا۔ اسے ملنے والے گناہ کے سبب ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔"

تشریح: داعی کے لیے یہ ثواب کسی خاص عمل کی دعوت کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر وہ نیک کام، جس کی طرف وہ لوگوں کو بلائے اور لوگ اس کی بات قبول کرتے ہوئے، وہ اچھا عمل کریں، تو اس عمل کی بنا پر اسے اجر ملتا ہے، یہ کام خواہ معمولی حیثیت کا ہو یا بہت بڑا۔ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے [هُدًى] کی شرح میں لکھا ہے: "جس سے اچھے اعمال کی راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور یہ لفظ نکرہ ہونے کے سبب ہر اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے، جس پر لفظ [هُدًى] کا اطلاق ہو سکتا ہے، تھوڑے، زیادہ، عظیم، معمولی سب قسم کے اچھے اعمال کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ سب سے عظیم ہدایت کی دعوت اس شخص کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، خود نیک عمل کرے اور کہے، کہ: "میں یقیناً مسلمان ہوں" اور سب سے کم حیثیت والی ہدایت کی دعوت اس شخص کی ہے، جو اہلِ ایمان کے راستے سے اذیت دینے والی چیز دور کرنے کی دعوت دے۔ اسی بنا پر دعوت دینے والے، ڈرانے والے فقیہ کا مقام اس قدر بلند ہوا، کہ وہ ایک ہزار عبادت گزاروں سے برتر ہے، کیوں کہ اس کا فیض قیامت تک آنے والے لوگوں اور زمانوں کے لیے ہے۔"

(فضائل دعوت۔۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی)

اٹھو صلاح الدین ایوبی کے فرزندو!

ڈاکٹر محمد الیاس

مدیر تعلیم، انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

اسرائیل دنیا کے طاقتور ترین ممالک میں سے ایک ہے جسے دی اکنامسٹ نے 2022 کی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں چوتھی سب سے کامیاب معیشت قرار دیا۔ جس کا GDP دنیا میں US$564 بلین ڈالرز اور اکنامک گروتھ ریٹ 6.5% پر پہنچا ہوا تھا۔ ہائی ٹیک ٹیکنالوجی میں دنیا میں اس کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ اسرائیل جو بڑے بڑے مسلمان مملک کے درمیان ایک چھوٹی سے حکومت ہے۔ جس نے ہمیشہ مظلومیت کا لبادہ اوڑھا اور دنیا میں ہٹلر کے ہاتھوں ہالوکاسٹ میں ساٹھ لاکھ یہودیوں کی موت پر پوری دنیا سے ہمدردی حاصل کی۔ اسرائیل نے 1948 میں اپنی آزادی سے 06 اکتوبر 2023 تک دنیا میں اپنا سحر قائم کئے رکھا کہ اسرائیل ایک چھوٹا مگر انتہائی طاقتور، مالدار، ذہین، ترقی یافتہ ملک ہے جس نے ہمیشہ اپنے دشمنوں سے کامیاب دفع کیا اور جس کا ہر شہری فوجی تربیت یافتہ ہے جس کے پاس دنیا کا جدید ترین اسلحہ ہے اور اس ملک کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ اسرائیل دنیا کو بہترین برینڈز، لاتعداد بہترین پروڈکٹس، دفاعی وجنگی سامان دینے والا ملک ہے جس کے دنیا کے تمام ممالک سے اچھے تعلقات ہیں۔ امریکہ جس کا پشت پناہ ہے، برطانیہ نے اسے فلسطین میں آبادکاری کا موقع دیا اور فرانس نے اسے نیوکلیئر ہتھیار دیے۔ ابراہیم اکارڈ (Abraham Accords) کے نام سے اسرائیل کے عرب مسلمان ممالک سے بھی تعلقات بہتر بنانے اور معمول پر لانے کی امریکی کوششیں کامیابی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ سعودی عرب نے اپنی ائر اسپیس اسرائیلی جہازوں کے لیے کھول دی تھی، عرب امارات میں اسرائیل کی سرمایہ کاری اور سیاحت کے لیے آمدورفت میں کئی گنا اضافہ ہوگیا تھا اور محسوس ہورہا تھا کہ عرب ممالک جلد اسرائیل کو تسلیم کرلیں گے۔

اللہ کے فضل وکرم سے حماس نے 07 اکتوبر 2023 کو اسرائیل کا بھرم خاک میں ملادیا۔ اسرائیل کے چہرے پر چڑھا نقاب اتار دیا اور پوری دنیا کو اسرائیل کا اصل مکروہ چہرہ دکھا دیا۔ حماس نے جس ایمانی جذبہ سے سرشار ہوکر یہ اقدام کیا اس کے ہوشربا نتائج اللہ کے کرم سے سامنے آئے۔ دنیا کو چند دنوں ہی میں معلوم ہوگیا کہ اسرائیل ایک متعصب، نسل پرست، ظالم، بے رحم، استعماری، سامراجی، غاصب قوم ہے۔ جس نے فلسطین پر قبضہ کرکے فلسطینیوں کو کانکریٹ کی دیواروں کے پیچھے ایک کھلی جیل میں بند کردیا تھا۔ جس نے حماس کا بدلا عام فلسطینی عوام سے لیا۔ غزہ کی عوام پر پانی، کھانا، دوائی، بجلی، گیس، پٹرول اور انٹرنیٹ بند کردیا۔

حماس کے مجاہدین سے جنگ لڑنے کے بجائے اسرائیل نے غزہ کی عوام کو اجتماعی سزا دیتے ہوئے ان پر بموں کی برسات کردی، غزہ میں 70% عمارتیں تباہ کردیں، 16000 نہتے عوام کو شہید کردیا جن میں 6000 سے زائد بچے اور 4000 سے زائد خواتین ہیں، 1800000 لوگ بے گھر ہوگئے۔ اسرائیلی افواج نے 4 اسکول، 4 رفیوجی کیمپ، 24 اسپتال، 90 مساجد، 3 چرچز، 53 ایمبولینس تباہ کردیں، 50 جرنلسٹس، اور

100 سے زیادہ یونائیٹڈ نیشن کے کارکنوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ فاسفورس بم، تھرمل بم اور کئی وار کرائم انجام دیے اور پوری دنیا کی مخالفت کے باوجود غزہ کی فلسطینی عوام پر قیامت ڈھادی۔ ہیروشیما (جاپان) پر امریکہ نے جو ایٹم بم گرایا تھا اس کی طاقت 15000 ٹن بارود کے برابر تھی جبکہ اسرئیل 60 دنوں میں غزہ پر 45000 ٹن بارود برسا چکا ہے جو کہ ہیروشیما پر گرائے جانے والے ایٹم بم سے تین گنا ہے۔

تمام عالمی ادارے (UN, European Union, international law, international Human rights commission, WHO UNICEF) حسب توقع جنگ بندی کروانے میں ناکام رہے۔ 57 مسلمان ممالک گم صم فلسطینی بچوں کی شہادتیں دیکھتے رہے۔ حماس کے صاحب ایمان مجاہدین نے بڑے ایمانی جذبہ اور انتہائی مہارت سے طوفان الاقصیٰ آپریشن کیا 250 اسرائیلی یرغمالی بنائے، اسرائیلی افواج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں اور پوری امت کو کئی کامیابیاں عطا فرمائیں: اسرائیل جسے ناقابل شکست سمجھا جاتا تھا اس کا بھرم کھل گیا، ان کی ٹیکنالوجی کا سحر ٹوٹ گیا، اسرائیلی فوجیوں کی بزدلی آشکارہ ہوگئی، پہلی مرتبہ اسرائیلوں کی فلسطینیوں کے ہاتھوں اتنی بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہوئی ہیں، پوری دنیا کی توجہ فلسطین کی طرف ہوگئی ہے، یونائیٹڈ نیشنز کے 193 ممالک نے فلسطین کو تسلیم کرلیا، اسرائیل کا ظلم وستم پوری دنیا پر واضح ہوگیا اور یورپ اور امریکہ میں غیر مسلموں نے لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر آکر فلسطین کے حق میں مظاہرے کئے اور اپنی حکومتوں کو اسرئیل کی طرفداری کرنے سے منع کیا، امریکہ کی اسرائیل کی اندھی حمایت بھی سب کے سامنے آگئی، عرب دنیا کی اسرائیل سے بڑھتی ہوئی دوستی کے سلسلے رک گئے ہیں Failure of Abraham Accords، حماس اور نے اسرائیل کے +300 ٹینک، کئی ہیلی کاپٹر اور کئی ٹرک و بکتر بند گاڑیاں تباہ کردیں جس کی وجہ سے اسرائیل کو 150 ارب ڈالرز کا نقصان ہوچکا ہے، اکثر اسرائیلی اپنے وزیر اعظم نیتن یاہو کے خلاف ہوگئے ہیں، بہت سے اسرائیلی اس کے خلاف عدالتی کاروائی چاہتے ہیں اور بہت سے ممالک نیتن یاہو کو وار کرائم کے سبب انٹرنیشنل کورٹ سے سزا دلوانا چاہتے ہیں۔ پوری دنیا کا اسرائیل کے بارے میں نظریہ بدل گیا ہے اور پوری دنیا میں اسرائیل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔ اس سب کا سبب اللہ کی مدد اور فلسطینی عوام کی قربانیاں ہیں۔

فلسطین سے جنت جانے والی شاہراہ بڑی پر رونق ہے۔ یوں تو جوان، بوڑھے مرد و خواتین سب ہی خوشی خوشی اس شاہراہ پر محو سفر ہیں لیکن ایک بڑی تعداد ننھے بچوں کی ہے ہر دس منٹ میں ایک فلسطینی بچہ ہنستا مسکراتا شاہرائے جنت پر آجاتا ہے۔ وہ بچہ اپنے ماں باپ سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ میرے جانے پر افسوس نہ کریں نہ روئیں میں بہت خوش ہوں مجھے میرے رب نے ایسی جگہ بلالیا ہے جہاں پر پانی کے آبشار ہیں باغات ہیں کھانے پینے اور دیگر انواع واقسام کی نعمتیں ہیں، یہاں سکون ہے، اطمینان ہے، خوشی ہے، آرام ہے، نہ آگ برساتے ٹینک ہیں، نہ بم برساتے جہاز ہیں، نہ پیاس ہے، نہ بھوک ہے، نہ خوف ہے، نہ جان جانے کا کوئی اندیشہ ہے، نہ دل دہلا دینے والی بمباری کی آواز ہے، نہ عمارتوں کا ملبہ ہے، نہ مشقت ہے، نہ تکلیف ہے۔ میں آپ سب کا منتظر ہوں۔ آپ جب آئیں گے تو ہم ہنسی خوشی یہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں میں اللہ تعالی سے ان لوگوں کی شکایت ضرور کروں گا جنھوں نے ہمیں بے رحم یہودیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا، ظالموں کے حوالے کردیا، نہ ہماری مدد کی نہ ظالم کا ہاتھ روکا۔ ان کے پاس فوجیں تھیں، ان کے پاس اسلحہ تھا اگر وہ چاہتے تو ہماری مدد کرسکتے تھے۔ لیکن وہ خاموشی سے ہمیں مرتا دیکھتے رہے۔

اللہ مسلمانوں کو ایمان حقیقی کی دولت عطا فرمائے، ہمیں اتحاد واتفاق عطا فرمائے، نیک وصالح حکمران عطا فرمائے، ایمانی غیرت وحمیت عطا فرمائے، دنیا کے مقابلہ میں آخرت کا طلب گار بنائے اور اللہ تمام مسلمانوں کو مل کر مسجد اقصی کی حفاظت کرنے والا اور فلسطینی مسلمانوں کی مدد کرنے والا بنائے آمین۔

مسلمانو سنبھل جاؤ سنبھل جانے کا وقت آیا
بھڑک اٹھے ہیں پھر سے آج آتش نمرود کے شعلے
جہاں سے تین سو تیرہ چلے تھے تم مسلمانو
جلا ڈالی تھی تم نے کشتیاں اندلس کے ساحل پر
اٹھو صلاح الدین ایوبیؒ کے فرزندو!
جوانانِ وطن اٹھو کفن بردوش ہوجاؤ

بہت سوئے ہو تم اب ہوش میں آنے کا وقت آیا
انہیں پھر جذبہ ابراہیمؑ دکھلانے کا وقت آیا
انہی ماضی کی راہوں پر پلٹ جانے کا وقت آیا
مسلماں پھر تیری تاریخ دہرانے کا وقت آیا
کہ اس غازی کے افسانے کو دہرانے کا وقت آیا
جہاد فی سبیل اللہ کر جانے کا وقت آیا

حکمت و دانش

اسلام کی بقا اور تسلسل کے لیے غیبی انتظامات

ماحول کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے دو انتظامات فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُس نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسی کامل و مکمل اور زندہ تعلیمات عطا فرمائی ہیں جو ہر کشمکش اور ہر تبدیلی کا بآسانی مقابلہ کر سکتی ہیں اور ان میں ہر زمانے کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ دوسرے اُس نے اس کا ذمہ لیا ہے (اور اس وقت کی تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے) کہ وہ اِس دین کو ہر دور میں ایسے اشخاص عطا فرماتا رہے گا جو ان تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے اور مجموعی یا انفرادی اس دین کو تازہ اور اِس امت کو سرگرمِ عمل رکھیں گے۔ اس دین میں ایسے اشخاص کے پیدا کرنے کی جو طاقت و صلاحیت ہے، اس کا اس سے پہلے کسی دین میں اظہار نہیں ہوا اور یہ امت تاریخ عالم میں جیسی مردُم خیز ثابت ہوئی ہے دنیا کی قوموں اور امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ محض اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ انتظام خداوندی ہے کہ جس دور میں جس صلاحیت و قوت کے آدمی کی ضرورت تھی اور زہر کو جس تریاق کی حاجت تھی وہ اس کو عطا ہوا۔ شروع ہی سے اسلام کے قلب و جگر اور اس کے اعصاب پر ایسے حملے ہوئے ہیں کہ دوسرا مذہب ان کی تاب نہیں لا سکتا، دنیا کے وہ سارے مذاہب جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں دنیا فتح کرلی تھی اس کم درجہ کے حملوں کو نہ سہار سکے اور انہوں نے اپنی ہستی کو گم کر دیا۔ لیکن اسلام نے اپنے اُن حریفوں کو شکست دی اور اپنی اصل شکل میں قائم رہا۔

(تاریخ دعوتِ و عزیمت از ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کرم کی ابتدا ہے تو رحم کی انتہا ہے تو
تیری نعمتیں تیری عنایتیں سب کے لیے ہیں
تیرے ہی در پہ آتا ہے دنیا کا ہر سوالی
تیری عظمتیں کمال ہیں، میں ہوں بے خبر
مالک دو جہاں ہے خالقِ کائنات ہے تو
تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمتی ہوں میں یا رب

شہنشاہِ لولاک ہے، ہر چیز پہ قادر ہے تو
کسی ایک کا نہیں ربّ کائنات ہے تو
خالی لوٹا ہے نہ کوئی نہ کسی کو لوٹنے دیتا ہے تو
مولا بخش دے، موڑ لے اپنی طرف تو
میرے مولا سب کو پالنے والا رازق ہے تو
محشر میں بھرم رکھ لینا رسوا نہ ہونے دینا تو

فخرِ صابری

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ ہیں شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ شاہِ زمن
باعث تسکین و راحت آپ کی ایک ایک ادا
ہیں تیری آمد پہ رقصاں اہلِ گلشن بھی تمام
اسم اطہر تیرا اے ذی حشم مشک ختن
عرش سے تا فرش ہے دریائے رحمت موجزن
زینب عاصی کے سر پر بھی رکھیں دست کرم

سرورِ دنیا و دیں بحرِ عطا شاہِ زمن
زیست کے روحِ رواں ہیں بر ملا شاہِ زمن
مرحبا! بے خود ہوئی ساری فضا شاہِ زمن
لے لیا جس نے معطر ہوگیا شاہِ زمن
معدنِ جود و سخا ہیں بے شبہ شاہِ زمن
بے نہایت یہ شرف کردیں عطا شاہِ زمن

سیدہ زینب سروری

ملفوظاتِ صدرِ مؤسّسِ انجمن خدّام القرآن، کراچی

آخرت کی نفی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

دنیا میں کچھ لوگ نیکوکار ہیں جو اکثر بھلائی کے کاموں میں کوشاں رہتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ بدمعاش، ظالم اور شریر ہیں جو ہر وقت بدامنی پھیلانے اور لوٹ مار کرنے میں مصروف ہیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے اگر انسان کے لیے اسی دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہوتی اور آخرت کی زندگی نہ ہوتی تو نیک لوگ اور مجرمین ایک جیسے ہوجاتے۔ یوں نہ تو نیکی کے راستے پر چلنے، غلط کاریوں سے بچنے اور قدم قدم پر مشکلات برداشت کرنے والوں کو کوئی جزا ملتی اور نہ ہی اُن ظالموں، قاتلوں اور لٹیروں کو کوئی سزا ملتی جو خلقِ خدا پر ظلم بھی کرتے رہے اور عیش و عشرت کے مزے بھی لوٹتے رہے۔ بلکہ ایسی صورت میں نیکوکار لوگ سخت گھاٹے میں رہتے کہ انہوں نے ساری زندگی تکلیفوں اور پابندیوں میں گزار دی اور اس کا کچھ اجر بھی انہیں نہ ملا۔ اس کے برعکس بدکردار اور بدقماش لوگ فائدے میں رہتے کہ انہوں نے عمر بھر جو چاہا کیا، نہ جائز ناجائز کو دیکھا اور نہ ہی خود کو کبھی قانون اور اخلاقیات کا پابند سمجھا اور پھر اس کی پاداش میں انہیں کوئی سزا بھی نہیں ملی۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہوتا کہ یہ دنیا بے کار پیدا ہوئی ہے اور انسان کی جبلت میں جو اخلاقی حس اور نیکی اور بدی کی جو تمیز پیدا کی گئی ہے وہ بھی بے مقصد اور بے جواز ہے، کیوں کہ اس تمیز اور حس کے مطابق تو نیکی کا نتیجہ اچھائی اور برائی کا انجام برا ہونا چاہیے۔ اگر نظریاتی طور پر آخرت کی نفی ہوجائے تو سب نتائج اُلٹے ہوجاتے ہیں۔

(بحوالہ: بیان القرآن، سورۃ ص، آیت: 28)

اقتباسِ نگرانِ انجمن خُدّامُ القرآن، کراچی

اندر کی آواز

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

ملک دشمن قوتیں چاہتی ہیں کہ ملک میں انتشار، عدم استحکام ہو۔ ایسی صورت حال میں دونوں طرف کے علما جو مثبت اور تعمیری سوچ رکھنے والے ہیں وہ مل کر کردار ادا کریں، ماضی قریب میں بھی دہشت گردی کو کنٹرول کرنے کے لیے شیعہ سنی علما نے مل کر کردار ادا کیا اور اس کے بہتر نتائج بھی بر آمد ہوئے۔ دوسری بات یہ کہ امریکا پاکستان اور مسلمانوں کا دشمن ہے، وہ افغانستان سے اگرچہ چلا گیا ہے لیکن اس کے باوجود چین سے نہیں بیٹھے گا۔ پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے کچھ شواہد بھی نظر آرہے ہیں کہ امریکی ذمہ داران کبھی گلگت میں جا کر بیٹھتے ہیں اور کبھی گوادر میں بیٹھتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ سی پیک کا منصوبہ کامیاب ہو۔ ہمارے مقتدر طبقات اور ذمہ داران کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم امریکا کی طرف جھکاؤ کرکے اپنے لیے مشکلات تو کھڑی نہیں کر رہے؟ اسی طرح ریاستی ادارے اپنی ذمہ داری پوری کریں اور جو بھی فرقہ واریت کو ہوا دے اُس کے خلاف کارروائی کریں تاکہ آگ بھڑکانے کو کوئی سوچے بھی نہ۔ علما کو رواداری اور ہم آہنگی والے پہلو کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

(ندائے خلافت شمارہ #42، امیر سے ملاقات)

کیا قائدِ اعظم سیکولر ذہن کے مالک تھے؟

راحیل گوہر صدیقی

معاون شعبۂ تصنیف و تالیف، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اگر کبھی کسی قوم کو ناشکری، احسان فراموشی اور بددیانتی کا نوبیل انعام ملا تو وہ بلا شبہ پاکستانی قوم ہی ہوگی۔ یہ ایک ایسی قوم ہے جس کے لیے ایک عظیم انسان نے برسوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اپنے جسم و جاں کی توانائیاں نچوڑ دیں، آرام کو اپنی قوم کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ روز و شب کی انتھک محنت اور جاں فشانی سے اس قوم کو شاطر ہندوؤں اور فرنگیوں کے پنجۂ استبداد سے چھڑا کر ایک علیحدہ خطہ زمین دلوایا تاکہ مسلمان حریت و آزادی کی فضا میں امن و سکون کے ساتھ اپنے عقائد و عبادات کی ادائیگی کر سکیں۔ آج وہی قائد جسے دنیا محمد علی جناح کے نام سے جانتی ہے وہ اس ناشکری قوم کی زبانوں سے لعن طعن کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اور اس میں ہمارے ملک کے دانشور، اینکرز اور موقع پرست اہلِ قلم آگے آگے ہیں، جنھوں نے تقسیم ہند کے خوں چکاں حالات اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے، جب انسانوں کے جنازوں کے ساتھ پردہ نشینوں کی عزتوں کے جنازے بھی نکلتے رہے ہیں۔ قائد کی ذات کو نشانہ بنانا اور ان کے کردار و عمل میں شکوک و شبہات کے بیج بونا، ان لوگوں کا کام ہے جنھیں اس ملک میں ہر قسم کے عیش و آرام میسر ہیں۔ اور ان کو عیش و نشاط کے یہ سارے وسائل باہر سے مہیا کیے جاتے ہیں تاکہ استعماری ایجنڈے کی تکمیل ہو سکے جنھیں ہمارے دانش وروں، قلم کاروں اور محققین کی زبانیں اگلتی رہتی ہیں۔

عرصۂ دراز سے ملک کے اخبارات، ٹی وی ٹاک شوز اور مذاکروں کا موضوعِ سخن جس پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے، یہ بنا ہوا ہے کہ قائدِ اعظم سیکولر ذہن کے مالک تھے اور وہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانے کے خواہش مند تھے اور اپنے اس نظریے میں وزن پیدا کرنے کے لیے قائدِ اعظم کی 11 اگست 1947ء والی اس تقریر کو توتے کی طرح رٹا جا رہا ہے۔ معروف ماہر پاکستان مرحوم ڈاکٹر صفدر محمود نے اپنے ایک بیان میں یہ وضاحت کی ہے کہ "قائدِ اعظم نے تقسیم ہند سے قبل تقریباً 101 بار یہ اعلان کیا ہے کہ پاکستان کی بنیاد اسلامی اصولوں پر اٹھائی جائے گی۔ اور قیامِ پاکستان کے بعد 14 بار یہ واضح کیا کہ پاکستان کے نظام، آئین اور ملکی ڈھانچے کو اسلامی اصولوں پر استوار کیا جائے گا۔ انہوں نے لاتعداد بار یہ کہا کہ قرآن ہمارا رہ نما ہے اور ہمیں قرآن ہی کی رہ نمائی سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔"لیکن ہمارے یہ کرم فرما اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔ "پنچوں کا کہا سر آنکھوں پر، مگر پرنالا یہیں رہے گا" کے مصداق یہ معاملہ ہمارے ملک کے اِن سپوتوں کا ہے۔

یہ وطن دشمن عناصر 11 اگست 1947ء والی جس تقریر پر ایمان لا کر بیٹھے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس میں سے صرف اپنے مطلب کے الفاظ چنے ہیں اور اس کے آگے کے الفاظ کمالِ ہوشیاری سے بیان کرنے سے آنکھیں چراتے ہیں۔ پھر یہ تو 11 اگست 1947ء کی بات کرتے ہیں اس سے بہت پہلے دسمبر 1938ء کی وہ گفتگو بھی ریکارڈ پر ہے جو قائدِ اعظم نے مسلم لیگ پٹنہ کے اجلاس کے موقع پر علما کرام

کے سامنے کی تھی: "آپ نے فرمایا تھا: دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو نہ ہو لیکن میں یہ بات اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کا ہی حصہ ہے۔۔ اسلام چند عقائد و مذاہب کا نام نہیں بلکہ سیاسی امور، معاشرت اور اخلاقیات کا مجموعہ ہے۔ ہمیں ان سب کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔ (بحوالہ: قائدِ اعظم قول و عمل کے تضاد سے پاک تھے، از ثروت جمال اصمعی) اور سچائی بھی یہی ہے کہ دین و سیاست کا تصور اسلام میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس نے انسان کی فطری وحدت کو قائم رکھنے کے لیے دین اور سیاست کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کر کے دین اور دنیا کی دوئی کا تصور ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا ہے۔ جس سیاسی عمل میں خوف خدا نہ ہو جو حکومت اس احساس سے عاری ہو کہ ایک دن اپنے ہر عمل کا جواب اللہ کو دینا ہوگا تو وہ ہر اخلاقی ضابطے کو اپنے نفس اور مفادات کی بھینٹ چڑھا دیتی ہے۔ تاریخ انسانی میں عیار حکمرانوں کی عیاریاں، اپنے اقتدار کو طول دینے کی سازشیں اور عوام کو سنہری وعدوں کے فریب دینا یہ سب لادین سیاست کی ہی کرشمہ سازیاں ہیں۔

لمحۂ فکریہ تو یہ ہے کہ موجودہ پاکستان جغرافیائی اور معنوی دونوں اعتبارات سے تبدیل ہو چکا ہے۔ اب تو نظریہ پاکستان کا مفہوم بھی پاکستانی قوم کے ذہنوں میں دھندلاتا جا رہا ہے۔ لاکھوں انسانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانیاں مٹی میں ملانے کی کوششیں متواتر جاری ہیں۔ آج اس دشمن سے جس کی آنکھ میں پاکستان اپنی پیدائش کے پہلے دن سے ہی کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، ہمارے اسی ازلی دشمن سے امن کی آشاؤں کے راگ الاپے جا رہے ہیں۔ اور اُس کو انتہائی پسندیدہ ملک تسلیم کرنے کے لیے پر تولے جا رہے ہیں۔

حکمرانوں اور مغرب نواز دیسی انگریزوں کے اس گورکھ دھندوں میں ایک عام پاکستانی جس کو اپنے اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے اور تن ڈھانکنے کے لیے صبح سے رات تک کولھو کے بیل کی مانند جتا رہنا پڑتا ہے اس کی زندگی مایوسیوں اور نا امیدیوں کے اندھیروں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ لیکن جس قوم کے دل میں اپنے قائد و رہ نما کی کوئی قدر و منزلت نہ ہو اور اس کے افکار و نظریات کو غلط رنگ دے کر قوم کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کا زہر انڈیلنا وتیرہ بن چکا ہو وہ قوم بھلا عوام الناس کی بھلائی اور راحت و سکون کے بارے میں کب سوچے گی؟ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا۔" (سننِ ابی داوٗد) آج اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہم پر سو فیصد صادق آتا ہے۔

قائدِ اعظم کی بے لوث شخصیت کو متنازعہ بنا کر اور قوم کے لیے دی ہوئی اُن کی قربانیوں کو بھلا کر دین و سیاست میں تفریق پیدا کرنے والے کوئی کارِ خیر انجام نہیں دے رہے بلکہ اپنے اس عمل سے ملک کی نظریاتی اور فکری بنیادوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ اور نئی نسل کو حقائق سے دور کر کے ملک کے مستقبل کو مزید خطرات سے دوچار کرنے کا ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جس ملک نے انہیں معیشت، معاشرت، عبادات اور معاملات میں آزادی فکر اور آزادی عمل دی اس کی جڑوں پر آرے چلا رہے ہیں۔ دین و سیاست میں تفریق مغرب کا فلسفہ ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مغربی سیاست فساد فی الارض کا سرچشمہ اور محور و مرکز ہے۔ اقتدار و منصب کسی ایک انسان کے ہاتھ میں ہو یا اس کی باگ ڈور کسی اجتماعیت کے ہاتھ میں ہو، اگر سیاست کو دین سے الگ کر دیا جائے تو نتیجہ فتنہ و فساد کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ یہی قانونِ فطرت ہے۔ بقول علامہ اقبال:

مری نگاہ میں ہے یہ سیاست لادین
کنیزِ اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر

قائدِ اعظم قوم کے سچے خیر خواہ تھے۔ پاکستان کے حصول کے بعد لوگوں کے منفی خیالات سن کر وہ خود حیران تھے اور 25جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کے دوران آپ نے اپنے فکر و تردد کا اظہار ان الفاظ میں کیا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کچھ لوگ جان بوجھ کر

کیوں شرارتاً یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیادوں پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول آج بھی اسی طرح قابل قبول ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔"

اب کئی مواقع پر پیش کیے ہوئے اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق ملک کا نظام تشکیل دینے کی تقاریر سے صرف نظر کر کے کسی ایک تقریر میں اپنے مفادات کی خاطر قطع و برید کر کے اس کو قوم کے سامنے تواتر سے پیش کرتے رہنا، کیا یہ احسان مندی ہے؟ کیا یہی اخلاص اور قربانیوں کا صلہ ہے؟ اور کیا یہی آئینِ وفاداری ہے؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ڈاڑھی پر مسلمانوں کے اعتراضات

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاڑھی رکھنا نہ صرف یہ کہ فعلی سنت ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے رکھنے کا حکم دیا ہے اور مونڈنے سے منع کیا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ ڈاڑھی رکھنا صرف علماء اور مولانا حضرات کا کام ہے اور عام مسلمان مختار ہیں کہ چاہیں رکھیں یا نہ رکھیں، بالکل غیر اسلامی اور غلط طرزِ فکر ہے۔ خصوصاً اگر آدمی ڈاڑھی مونڈنے کو پسند اور رکھنے کو ناپسند کرتا ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کے اندر اسلامی ذوق کے بجائے کافرانہ ذوق پرورش پا رہا ہے۔

یہ بڑی عجیب اور افسوسناک بات ہے کہ جس طرح مسلمانوں کو ان کے ہادی و رہبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح سکھوں کو بھی ان کے پیشوا نے اس کا حکم دیا تھا، ہمارے ملک میں انگریزی حکومت کے تحت دونوں رہے اور مغربی تعلیم دونوں نے پائی، لیکن سکھوں نے اپنے پیشوا کے حکم کی وہ بے احترامی نہیں کی جو مسلمانوں نے کی۔ درحقیقت یہ ایک بدترین حالت ہے جس پر مسلمانوں کو شرم آنی چاہیے، کجا کہ وہ بلا تکلف ان خیالات کا اظہار کریں کہ ڈاڑھی کے بغیر چہرے بارونق ہوتے ہیں اور ڈاڑھی رکھنے سے بے رونق ہو جاتے ہیں۔ آج فرنگیت زدہ مسلمان محض ڈاڑھی مونڈنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ڈاڑھی کو برا سمجھتے ہیں۔ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کے رکھنے والوں کی تذلیل و تضحیک کرتے ہیں۔ درس گاہوں میں ہر ممکن طریقے سے ان کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں انہوں نے بجائے خود ڈاڑھی کو نااہلی کا سرٹیفکیٹ قرار دے رکھا ہے اور بعض ملازمتوں میں تو اس کے رکھنے پر پابندیاں تک عائد ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنے سے آدمی چست اور جامہ زیب (Smart) نہیں رہتا۔ یہ سب کچھ ایک مسلم سوسائٹی اور مسلم ریاست میں ہو رہا ہے۔ لیکن سکھوں نے انگریزی حکومت کے زمانے میں اپنا یہ حق تسلیم کرا کے چھوڑا کہ وہ ڈاڑھی رکھ کر ہر شعبہ حیات میں داخل ہو سکتے ہیں اور بڑے سے بڑے مناصب پر پہنچ سکتے ہیں۔ فوج ایئر فورس اور سول کے کس کس شعبے میں وہ نہیں پہنچے اور کون سا بڑے سے بڑا عہدہ رہ گیا جو محض ڈاڑھی رکھنے کی وجہ سے ان کو نہ ملا ہو۔ کس میں یہ جرأت تھی کہ ان کو نااہل قرار دے سکے، یا ان پر (Smart) نہ ہونے کا فیصلہ صادر کر سکے، یا ان کو یہ حکم دے سکے کہ پہلے ڈاڑھی منڈواؤ پھر انہیں فلاں منصب پر ترقی مل سکے گی، جنہوں نے انگریزی دور میں کسی نہ کسی سکھ افسر کی ماتحتی کی ہو گی اور کبھی ان کو اس بات پر شرم نہ آئی کہ وہ ایک ڈاڑھی والے کی ماتحتی کر رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص کبھی یہ ہمت نہ کر سکا کہ سکھوں کی ڈاڑھی کا مذاق اڑانا تو درکنار، اس پر اعتراض تک کر سکے۔ یہ سب کچھ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت تھا کہ سکھ مسلمانوں سے زیادہ کیریکٹر رکھتے ہیں، ان سے زیادہ اپنے شعائر کا احترام کرتے ہیں، ان سے زیادہ اپنے پیشوائے دین کی اطاعت کرتے ہیں، اور ان سے کم ذہنی غلامی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ کیا اس صریح علامت کم تری پر مسلمانوں کو کبھی شرم نہ آئے گی؟ (ترجمان القرآن۔ جلد ۵۸، عدد ا۔ اپریل ۱۹۶۲ء)

بیت المقدس۔۔۔مختصر تاریخی خاکہ

سعد عبداللہ

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدرآباد

مسجدِ اقصیٰ کے حوالے سے مغالطہ:

مسجدِ اقصیٰ کو قبلۂ اول کہہ دیا جاتا ہے۔ قبلۂ اول مسجدِ حرام ہے اور قیامت تک یہی قبلہ رہے گا۔ 16 ماہ کے لیے مسلمانوں کی آزمائش کے لیے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا گیا تھا جسے بعد میں تحویلِ قبلہ کے حکم کے ذریعے تا قیامِ قیامت بدل دیا گیا۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔(البقرة: 149)

قبلۂ اول مسجدِ حرام:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ۔(آلِ عمران : 96)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے پہلی مسجد کون سی تعمیر کی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجدِ حرام۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجدِ اقصیٰ۔" (صحيح البخاری)

اکثر اہلِ علم کی رائے ہے کہ یہ دونوں مساجد ابتدا میں حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر فرمائیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضرت آدم اور بی بی حوا علیہما السلام کی طرف بھیجا پھر ان دونوں سے کہا کہ میرے لیے ایک عمارت بناؤ اور جبرائیل علیہ السلام نے ان کے لیے عمارت کی حدود کا نقش قائم کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام بنیادیں کھودنے لگے اور اماں حوا علیہا السلام مٹی ہٹاتی رہیں یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ پکارا گیا کہ اے آدم! رک جاؤ۔ پھر جب ان دونوں نے عمارت مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں طواف کرنے کا حکم دیا اور ان سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے (جو کہ لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے)۔ پھر کئی نسلیں گزر گئیں تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس گھر کا حج کیا۔ پھر کئی نسلیں گزر گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بنیادوں کو دوبارہ اٹھایا۔ (دلائل النبوة للبيهقی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ اور بیت المقدس کو دعوتِ توحید کا مرکز بنایا۔ جب ابراہیم علیہ السلام کی قوم ان کی جان کی دشمن ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف ہجرت کروائی۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ۔(الانبياء: 71)

ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوتِ توحید کا ایک مرکز اس سرزمین کو بنایا۔ آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کا مسکن یہی مقدس سرزمین تھی۔ بعد میں بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر میں اقتدار و تمکن اور مصر بلائے جانے پر وہاں منتقل ہو گئے جہاں کچھ عرصے بعد

قبطی قوم نے بغاوت کر کے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا لیا جس سے نجات دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور ہی میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خوش خبری دی کہ اگر وہ بیت المقدس میں آباد عمالقہ نامی قوم کے خلاف قتال کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو فتح دے گا۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔ (المائدۃ: 21)

قوم نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اور قتال کرنے سے صاف انکار کر دیا جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل کے اوپر بیت المقدس کی سرزمین 40 سال کے لیے حرام کر دی گئی۔ 40 سال تک صحرا میں بھٹکنے کے دوران ایک نئی نسل صحرا میں پل کر جوان ہوئی۔ اس نسل پر فرعون کی غلامی کے اثرات نہیں تھے۔ صحرا میں پرورش پانے والی اس نسل نے اس وقت کے نبی حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں جہاد کیا اور ارضِ مقدس پر فتح حاصل کی۔ یہ فتح عارضی ثابت ہوئی اور کچھ ہی عرصہ بعد محکوم قوم یعنی عمالقہ دوبارہ غالب آگئی اور اس نے اسرائیلیوں کو ارضِ مقدس سے نکال باہر کیا۔

حضرت طالوت، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کا زمانہ:

اس کے بعد حضرت طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل دوبارہ منظم ہوئے اور 1020 ق م میں انہوں نے ارضِ مقدس پر فتح حاصل کر کے مستحکم حکومت قائم کی۔ 20 سال حضرت طالوت خلیفہ رہے پھر 40 سال حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت رہی اور اس کے بعد 40 سال حضرت سلیمان علیہ السلام خلیفہ رہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارضِ مقدس میں ایک مسجد بنائی جسے ہیکلِ سلیمانی کہا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل کا پہلا دورِ زوال:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ان کی ریاست دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شمالی ریاست اسرائیل کہلائی جسے 700 ق م میں آشوریوں نے تباہ کر دیا اور جنوبی ریاست یہودا کہلائی جس پر 587 ق م میں بابل کے حکمران بختِ نصر نے حملہ کیا۔ بختِ نصر نے بیت المقدس کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، تمام مال و متاع اور ہیکل کی تمام اشیاء کو لوٹ لیا، ہزارہا انسانوں کو قتل کیا اور ایک لاکھ سے زائد کو قیدی بنا کر بابل لے گیا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا زمانہ:

حضرت عزیر علیہ السلام جو اس وقت کے نبی تھے، شہر سے باہر تھے۔ انہوں نے واپس آ کر اجڑے ہوئے شہر کو دیکھا تو حیران ہوئے کہ جس شہر کے بارے میں مستقبل کی پیشین گوئیاں ان کے علم میں ہیں، یہ شہر دوبارہ کیسے آباد ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو 100 سال سُلا کر اٹھایا اور بعث بعد الموت کا تجربہ کرایا، دوسری طرف ایران کے بادشاہ ذو القرنین نے بابل پر حملہ کر کے اسرائیلیوں کو آزاد کرا دیا۔ اب ان کے قافلے دوبارہ بیت المقدس آنا شروع ہوئے اور حضرت عزیر علیہ السلام کی تجدیدی مساعی کے ذریعے اسرائیلیوں میں پھر سے ایمان و یقین کی شمعیں روشن ہوئیں اور سیرت و کردار کی اصلاح ہوئی۔ کچھ عرصہ یونانیوں کے ساتھ اسرائیلیوں کی معرکہ آرائی ہوئی اور آخر کار وہ 175 ق م میں دوبارہ ایک عظیم سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جس کا نام تھا مکابی سلطنت۔ اب انہوں نے دوبارہ ہیکلِ سلیمانی کے نام سے ایک مسجد تعمیر کر لی۔

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ کا زمانہ:

حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش اسی ہیکلِ سلیمانی میں ہوئی اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش بھی یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مقام عیسائیوں کے لیے بھی تقدس کا درجہ رکھتا ہے۔

بنی اسرائیل کا دوسرا دورِ زوال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جب بعثت ہوئی تو یہودیوں نے ان پر ولد الزنا اور مرتد ہونے کے الزامات لگائے۔ اب یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار اور ان پر بہتان طرازی کی سزا اس طرح ملی کہ رومی جرنل ٹائٹس نے 70ء میں بیت المقدس پر حملہ کر کے ایک بار پھر ہیکل کو شہید کر دیا۔ ایک لاکھ تینتیس ہزار

یہودیوں کو قتل کیا اور بقیہ کو بیت المقدس سے نکال کر ان کے شہرِ مقدس میں داخلہ پر پابندی لگا دی۔ یہ یہودیوں کا دورِ انتشار کہلاتا ہے جس میں یہ دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل جانے پر مجبور ہو گئے۔

رومی سلطنت کا عیسائیت قبول کرنا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد 313ء میں رومن ایمپائر نے بحیثیتِ مجموعی عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ اب انہوں نے بیت المقدس کے مشرقی حصے میں جہاں حضرت مریم علیہا السلام نے سکونت اختیار کی تھی اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر لیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت:

610ء میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظہورِ نبوت ہوا اور 10 سال بعد یعنی 620ء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفرِ معراج کے دوران مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفر کیا۔ مسجدِ اقصیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء و رسل کی ارواح سے ملاقات کی اور دو رکعت نماز میں ان کی امامت کی۔ اس سارے عمل کی حکمت یہ حقیقت واضح کرنا تھی کہ مسجدِ حرام کے ساتھ ساتھ اب مسجدِ اقصیٰ کے متولی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے امتی ہیں۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے 05 سال بعد 637ء میں مسلمانوں نے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بیت المقدس فتح کر لیا۔ عیسائیوں نے پر امن طور پر ایک معاہدے کے ذریعے بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کیا۔ معاہدہ کرتے وقت عیسائیوں نے مطالبہ کیا کہ یہودیوں کو اس شہر میں داخلے کی اجازت نہ دی جائے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ معاہدہ میں یہ طے ہوا کہ یہودی اس علاقے میں آباد نہ ہو سکیں گے یہاں کوئی رہائشی، صنعتی یا زرعی اراضی یا عمارت نہیں خرید سکیں گے۔ مسلمانوں کے تمام ادوارِ حکومت میں یہودیوں نے اس پابندی کو ختم کرانے کی کوشش کی اور بعض مواقع پر بھاری مالی امداد کی بھی پیشکش کی لیکن کوئی مسلمان حکمران اس پر تیار نہ ہوا۔

دورِ بنوامیہ:

دورِ بنوامیہ میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے 685ء میں اس چٹان پر ایک گنبد کی تعمیر کا آغاز کیا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شبِ معراج آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس گنبد کی تعمیر 691ء میں مکمل ہوئی اور یہ "قبۃ الصخراء" کے نام سے مشہور ہوا۔ بعد ازاں اس گنبد کے جنوب مشرق میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی۔ یہ تعمیر 709ء تا 714ء جاری رہی۔ بعد کے ادوار میں بھی مسلمان سلاطین قبۃ الصخراء اور مسجدِ اقصیٰ میں مختلف تعمیراتی کام کراتے رہے۔

پہلی صلیبی جنگ:

بیت المقدس کی یہ مقدس سرزمین تقریباً عباسی دور تک مسلمانوں کے ماتحت رہی پھر جیسے جیسے ان میں آپسی اختلاف و انتشار، خانہ جنگی، سیاسی فتنوں اور باطنی تحریکوں کی وجہ سے عباسی حکومت کمزور پڑنے لگی تو گھات میں بیٹھے ہوئے صلیبیوں کو موقع مل گیا۔ ادھر فاطمی حکومت نے بھی اپنی حکومت کی مضبوطی، استحکام اور شام میں سلجوقیوں کے خاتمے کے لیے ان صلیبیوں سے مدد طلب، انہیں کئی طرح کی سہولتیں فراہم اور بیت المقدس میں آنے جانے کی اجازت دے دی۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے 1000 سال مکمل ہونے پر یورپ کے عیسائیوں میں مذہبی رہنماؤں نے بہت جوش و خروش پیدا کیا اور انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش یعنی بیت المقدس کو مسلمانوں سے آزاد کرانے کے لیے جنگ پر آمادہ کیا۔ یہ پہلی صلیبی جنگ تھی جس کے لیے زور شور سے تیاری شروع ہو گئی اور اس کے نتیجے میں ستر ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر کے 1099ء میں عیسائیوں نے مسلمانوں سے بیت المقدس چھین کر اپنی مسیحی حکومت قائم کر دی۔ اس شہرِ مقدس پر عیسائیوں کا قبضہ 88 برس تک رہا۔ مسیحیوں نے مسجدِ اقصیٰ میں بہت رد و بدل کیا، مسجد میں رہنے کے لیے کمرے بنائے، مسجد کا نام معبدِ سلیمان رکھا، متعدد عمارتوں کا اضافہ کیا، مسجد کے اندر اور مسجد کے ساتھ ساتھ گرجے تعمیر کیے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ :

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المقدس کی آزادی کے لیے تقریباً 16 جنگیں لڑیں ۔ بالآخر 1187ء میں سلطان نے پیہم معرکہ آرائیوں کے بعد بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کروالیا ۔ اس طرح 88 سال بعد بیت المقدس دوبارہ مسلمانوں کے پاس آگیا اور ارضِ مقدسہ سے عیسائی حکومت کا صفایا ہوگیا ۔ اس کے بعد ارضِ مقدسہ پر تقریباً 761 برس مسلمانوں کی سلطنت رہی ۔

خلافتِ عثمانیہ :

خلافتِ عثمانیہ کے تابناک دور تک یہودیوں کو فلسطین میں زمین خریدنے ، کاروبار کرنے اور رہائش اختیار کرنے کا قانونی حق حاصل نہیں تھا ۔ البتہ یہودی ویزے لے کر فلسطین آسکتے تھے اور مقدس مقامات کی زیارت کرسکتے تھے ۔

پہلی جنگِ عظیم :

پہلی جنگِ عظیم کے دوران برطانیہ نے سازش کے ذریعے عربوں اور ترکوں کو آپس میں لڑا کر بیت المقدس سے ترکوں کو بے دخل کر دیا پھر مشرقِ وسطیٰ کو کئی عرب ممالک میں تقسیم کر کے اپنی اجارہ داری قائم کر دی ۔

بالفور ڈیکلریشن :

1917ء میں برطانوی وزیرِ خارجہ بالفور نے "اعلانِ بالفور" کے ذریعے یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دی ۔ 1904ء سے 1914ء تک 40 ہزار یہودیوں نے فلسطین کی طرف ہجرت کی ۔ یہودیوں کی آبادی بڑھ کر 08% ہوئی جبکہ عرب 92% تھے ۔ یہودیوں نے فلسطینیوں سے منہ مانگے داموں جائیدادیں خریدیں اور جنھوں نے جائیدادیں فروخت کرنے سے انکار کیا انہیں برطانوی حکومت کے تعاون سے زبردستی بے دخل کر دیا گیا ۔ دستاویزات کے ذریعے ثابت کیا گیا کہ فلاں جائیداد 2000 سال قبل ہمارے فلاں بزرگ کے نام تھی جس پر آج کوئی فلسطینی قابض ہے ۔ برطانوی حکومت نے اس طرح کے دعوے قبول کیے اور یوں یہودی فلسطین میں آباد ہوتے چلے گئے ۔ یہ دھاندلی مسلسل جاری رہی ۔ یہودیوں کو باہر سے لا کر فلسطین میں آباد کیا جاتا رہا جبکہ انہیں 1800 برس قبل یہاں سے نکال دیا گیا تھا ۔

1948 میں ناجائز اسرائیل کا قیام :

بالآخر برطانیہ اور امریکہ کی ملی بھگت سے 1948ء میں فلسطین کے 56% علاقے پر قبضہ کر کے ایک یہودی ریاست اسرائیل کے نام سے قائم کر دی گئی ۔ یہودیوں کو جب برطانیہ کے زیرِ سرپرستی فلسطین میں ناجائز طور پر آباد کیا جارہا تھا تو اس پر علامہ اقبال نے کہا تھا :

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟

پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان کو امریکا میں پیشکش کی گئی تھی کہ اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرلے تو پاکستان کو ناقابلِ تصور مالی امداد دی جائے گی ۔ لیاقت علی خان نے جواب میں کہا تھا : Gentleman: Our Souls are not for Sale.

1967ء میں عرب اسرائیل جنگ کے دوران اسرائیل نے بیت المقدس سمیت فلسطین کے مزید 22% علاقہ پر قبضہ کر لیا ۔ 1993ء میں پہلی بار فلسطین و اسرائیل کے درمیان براہِ راست اوسلو معاہدہ ہوا جس میں 78% حصے پر اسرائیل کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا ۔ اب اسرائیل نے مغربی کنارے اور غزہ سے بتدریج انخلا کرنا تھا لیکن اس معاہدہ کے باوجود بھی لاکھوں یہودی آبادکاروں کو مقبوضہ علاقوں میں بسایا گیا ، 20 ہزار سے زیادہ فلسطینی عمارتوں کو منہدم کیا گیا ، 20 ہزار سے زائد فلسطینیوں کو اسرائیلی درندوں نے شہید کیا ۔ 441 میل لمبی دیو ہیکل ناجائز دیوار تعمیر کر کے اہلِ فلسطین کو محصور کر دیا گیا ۔ کچھ عرصے پہلے امریکی صدر نے القدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرتے ہوئے ، اپنا سفارت خانہ وہاں منتقل کرنے کی منظوری دے دی ۔

حیات جاوداں مقدر ہے میرا

زوجہ عماد الدین قدوائی

سابقہ طالبہ سال دوم، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

زندگی محض جسمانی اور روحانی وجود کا سانس کی ڈوری کے ساتھ جڑنے کا نام تو ہے ہی لیکن اس کو گزارنے کے لیے ماں باپ، بہن بھائی، شوہر بیوی، اولاد وغیرہ جیسے اچھے ہمسفر کا ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز اس جسمانی وجود کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے خوراک، کاروبار، گھر بار، معاشی تگ ودو جیسے عناصر بھی زندگی ہی کا حصہ ہیں۔ ماں باپ کے لیے اولاد کی ضرورتوں کا خیال رکھنا اس کے لیے کوشش کرنا بھی زندگی ہی کا پہلو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چند سانسیں دے کر اس دنیا میں صرف چند دنوں کے لیے بھیجا ہے اور پھر واپس اسی کے پاس ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ اس زندگی میں جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہے اور وہ نہ ختم ہونے والی زندگی بہت خوبصورت ہوگی، آرام دہ ہوگی یا پھر انتہائی بدصورت اور بے آرام بیچ کا کوئی option نہیں ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا نصب العین یہی ہونا چاہیے کہ ہم اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اور اخروی نجات کے لیے اس زندگی کو اللہ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق گزاریں۔ زندگی کے تمام پہلوؤں کو اللہ کی رضا کے تابع کرتے ہوئے اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق گزاریں اور آخرت کی خوبصورت زندگی کو حاصل کرلیں وہ نہ ختم ہونے والی زندگی حاصل کرنے کے لیے کوشش بھی ہمیں اس زندگی میں کرنی ہے۔ اور اسی مقررہ وقت میں کرنی ہیں جو اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ لیکن جب زندگی گزارنے کا سامنے کوئی مقصد ہی نہ ہو، کوئی پہلو ہی نہ ہو، نہ کوئی وجہ ہو، نہ گھر بار، نہ کاروبار، نہ ماں باپ، بہن بھائی، اولاد، بیوی غرضیکہ کوئی رشتہ دار بھی نہ ہو نہ معاش کا کوئی ذریعہ ہو نہ خاندان بلکہ جس طرف نگاہ اٹھائیں ملبہ ہی ملبہ ہو اور لاشیں ہی لاشیں ہوں ہر طرف سب کچھ ختم ہو چکا ہو تو پھر ایک خیال آتا ہے کہ اب اس وجود کا کیا کام اس دنیا میں مجھے اس زندگی سے ہے کیا جب اللہ نے ہی حیات جاوداں میرا مقدر بنا دیا۔ یہ تو میرا نصیب ہے، میری خوش قسمتی ہے کہ اللہ نے مجھے اس رتبہ کے لیے چنا ورنہ میں کیا اور میری اوقات کیا؟ اب جب اللہ نے چنا ہے تو مجھے بھی اپنی جان کو اللہ کی راہ میں لگا دینا چاہیے اور زندگی کی تمام ٹینشنوں سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہیے۔ خدا کی قسم سودا بالکل بھی گھاٹے کا نہیں ہے۔ یہ بات ہمارے لیے سوچنا شاید مشکل ہے لیکن ہمارے فلسطین کے مرد وعورت اور بچوں کے لیے مشکل نہیں ہے جن کے پاس جینے کا نہ کوئی سہارا ہے اور نہ دنیوی مقصد بلکہ یوں کہنا بہتر ہوگا کہ موت کا مقصد ہے کہ وہ ارض مقدس کے حصول کی خاطر اپنے سینے بخوشی باطل کے آگے پیش کر رہے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ حیات جاوداں ہے مقدر میرا۔ یاد رکھیے ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ فلسطینی ہیں اس لیے بربریت کا شکار ہو رہے ہیں صرف اور صرف ارض مقدس کی حفاظت کے لیے لیکن وہ ارض مقدس صرف فلسطینوں کے لیے ہی اہم نہیں ہے ہم سب مسلمانوں کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد مسجد اقصی نہایت اہمیت کی حامل ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہم سب پر ہے ہم

سب اس کی حفاظت کے لیے اپنے اپنے دائرے میں ذمہ دار ہیں اور کوشش نہ کرنے پر اللہ کو جواب دہ ہیں۔

ہم سب فلسطینی بچے بچے کی ایمانی کیفیت کو دیکھ رہے ہیں اور رشک کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس جو دوسرے مسلمان ممالک ہیں جو مسجد اقصی کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہیں اور اللہ کو جواب دہ بھی ان کے تو ایمان کی کیفیت کا یہ حال ہے کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں ہے بھلا یہ سوچ کیسے آئے ان کے ہمسفر بھی تو اچھے ہیں جینے کے لیے آسائشیں، آرام، زیبائشیں سبھی کچھ تو ہے لہذا ان کو حیات جاوداں سے کیا مقصد؟ ان کے آگے تو پردہ ہے۔ مسلمان امت تو ایک جسم کی مانند ہے ایک عضو بے کار ہو تو پورا جسم متاثر ہوتا ہے لیکن اب تو جناب سائنس نے بھی اتنی ترقی کرلی ہے کہ جسم تو متاثر ہوتا ہے شاید لیکن کام کوئی متاثر نہیں ہوتے، اگر ہاتھ ٹوٹا ہے تو مصنوعی ہاتھ لگالیں گے، ٹانگ ٹوٹی ہے تو مصنوعی ٹانگ لگالیں گے کوئی بات نہیں، یہ تو ہے عام مسلمانوں کا حال کہ جن کا ذکر سورۃ الاعراف 179 میں ہوا ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا٘ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا٘ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔

"ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے غور نہیں کرتے ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں یہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں۔"

ہاں فرق پڑتا ہے تو ان مومنین کو جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ لیکن جذبۂ ایمانی سے اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے سرشار کوشاں ہیں۔ اللہ ان کی کوششوں کو قبول فرمالے آمین۔ یہ اللہ کے بندے امت کو وحدت بنانے کے لیے اپنا کام انجام دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ابھی وقت ہے حیات جاوداں ہمارا بھی مقدر بن سکتی ہے اللہ نے ہمیں موقع دیا ہے خدارا باطل کے سامنے جھکنے کی بجائے جم کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑے ہو جائیں اور فلسطینوں کی طرح حیات جاوداں اپنا مقدر بنالیں:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ (الصف: 04)

"بے شک اللہ کو تو محبوب وہ بندے ہیں جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں جیسے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔"

لیکن کہاں جناب تمام آسائشیں، آرائشیں اور زیبائشیں ختم ہو جانے کا ہی تو خوف ہے۔ دنیا کے تمام خوف ہیں، نہیں ہے تو بس خوف خدا نہیں ہے۔ کیا جواب دیں گے ہم، اور خاص کر ہمارے حکمران اللہ کے سامنے کہ اس وقت تم کہاں تھے جب تمہاری آنکھوں کے سامنے معصوم بچے خوف سے تھر تھرا رہے تھے، اپنے پیاروں کے، اپنے ماں باپ کی لاشیں دیکھ کر، بلکہ وہ معصوم تو اپنے سینے پر گولیاں کھا رہے ہیں اور ہم دنیا کے نشے میں ڈوبے رہنے کی گولیاں کھا رہے ہیں۔ تف ہے ہم پر، تف ہے، دل جلا ہوا ہے، آنکھیں اشک بار ہیں، ہاتھ کانپ رہے ہیں، دماغ میں ایک حشر بپا ہے ہم درددل رکھنے والے نہتے مسلماں کریں بھی تو کیا کریں کاش ہمیں ہی وہاں بھیج دیا جائے تاکہ شہادت کی موت ہی مقدر بن جائے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مرگیا اور اس نے نہ جہاد کیا اور نہ کبھی اس کی نیت کی تو وہ نفاق کی قسموں میں سے ایک قسم میں مرا۔" (صحیح مسلم)

اللہ ہمیں خواہش کرنے کا ہی اجر عطا فرما دے۔ اللہ ہمیں ہمارے فلسطینی بہن بھائیوں، بچوں کے لیے اخلاص نیت کے ساتھ دعا کرنے، صدقہ کرنے، انفاق کرنے کا ہی اجر عطا فرما دے۔ یہ کام تو ہمارے لیے یقیناً آسان ہوگا کم از کم اتنا تو حصہ ڈالیں۔ ایک بات اور جو قابل توجہ ہے کہ اسرائیل بھی تو باطل کے لیے جنگ لڑ رہا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ظلم و بربریت کر رہا ہے۔ اس خام خیالی میں کہ ان کا مسیحا آنے والا ہے، اور

ان کو نجات دلائے گا ان کو صرف اپنے چہیتے ہونے کا یقین ہے وہ تو صرف اپنے آپ کو ہی انسان سمجھتے ہیں باقی سب gentiles ہیں، اور ہمارا حق ہے کہ ہم non-Jews کے ساتھ جو چاہیں اور جیسا چاہیں سلوک کریں۔ جس کی وجہ سے وہ یہ خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ ان یہودیوں کو تو اپنے مسیحا کے ساتھ جنگ کرنے کا اتنا یقین ہے کہ انہوں نے ہر ایک یہودی کو جنگی تربیت دے رکھی ہے۔ ان کے آفسوں، ٹریننگ سینٹرز، گھروں، اسکولوں ہر جگہ لوگوں کو جنگ کے لیے تیار رکھنے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے، اور یہ بات ہر بچے کے ذہن میں ڈال دی ہے کہ جیسے ہی عام منادی کا سائرن بجے گا سب مجاہد بن کر اپنے گھروں سے نکلیں اور جنگ کریں یہاں تک کہ ایک گھریلو عورت بھی ٹرینڈ ہے کہ جب بھی وہ عظیم جنگ ہوگی تو ہم کیسے جنگ کریں گے۔

جبکہ ہم مسلمان قرآن وسنت میں دلائے گئے اس یقین کے باوجود کہ فتح ان شاء اللہ ہماری ہونی ہے، مسیحا تو ہمارا آئے گا۔ ان کا تو دجال ہوگا اور ہمارا مسیحا ہمیں ان دجالیوں سے نجات دلائے گا اور پھر نوع انسانی پر دین غالب ہو کر رہے گا۔ اس قدر یقینی اور حتمی بات ہے کہ جس میں کسی بھی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، آخر وہ کون سا وقت آئے گا کب اٹھیں گے؟ آخر کب وہ مجاہد اٹھیں گے جو غیرت دینی کی خاطر میدان میں آکر باطل کے سامنے کھڑے ہیں کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ مومنوں کے دل کانپ جائیں؟

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (الحدید: 16)

"کیا ابھی وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لیے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کے لیے اور اس (قرآن) کے آگے کہ جو حق میں سے نازل ہو چکا ہے، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی تو جب ان پر طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان کی اکثریت اب فاسقوں پر مشتمل ہے۔"

ان یہودیوں کا تو قرآن پر ایمان بھی نہیں اور ہمارا ایمان ہونے کے باوجود جو حال ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اور جو فلسطینی خوشی خوشی شہادت قبول کر رہے ہیں ان کے حال سے ہم بھی کسی قدر واقف ہیں کہ بچہ ملبہ کے اوپر بیٹھا ہوا یہ آیات تلاوت کر رہا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (البقرۃ: 156)

"اور ہم لازماً تمہیں آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے اور (اے نبی ﷺ!) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔ وہ لوگ کہ جن کو جب بھی کوئی مصیبت آئے تو وہ کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔"

اللہ اکبر اس قدر یقین اس بات پر کہ یہ سب ان کی آزمائش ہے اور سلام ہے ان کی ثابت قدمی پر یقیناً وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہو گئے ہر قسم کی آزمائش میں ثابت قدم رہ کر، ہر مصیبت پر صبر کر کے اس بات پر یقین کے ساتھ کہ بے شک ہم تو اللہ کے ہیں اور اسی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ ان تمام باتوں کا یقین عطا فرمائے اور عمل کے لیے کھڑا کر دے کیونکہ اب صرف باتوں سے کام نہیں چلے گا اب نکلنا ہے جہاد کے لیے اپنا حصہ ڈالنا ہے اپنے بچوں کو گھر بار، ہر آسائش کو داؤ پر لگانا ہے، اپنا حصہ ڈالنا ہے۔ اس چڑیا کی طرح جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو بجھانے میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ آگ بھی بجھی تھی اور وہ چڑیا بھی کامیاب ہوئی۔

فلسطین کے نام چند اشعار :

اجڑی ویران بستیاں ہیں
کہاں غائب وہ عظیم ہستیاں ہیں
جن کا سہارا پانے کو ہیں بے تاب
جن کے دلوں میں ہے اضطراب
ڈھونڈ رہے ہیں مگر پھر بھی سراب

دلسوز انسانوں کی سسکیاں ہیں
کچھ دبی دبی سی ہچکیاں ہیں
معصوم بچے، بوڑھے ہو رہے ہیں درندگی کا شکار
مرد و زن اور جوان ہیں لاچار
پڑے ہیں بے چارے بد حال اور بے یارو مددگار

ہوگئیں پتھر آنکھوں کی پتلیاں ہیں
لاشہ ہے یہ تو ان کا جن کی یہ تتلیاں ہیں
پتھر دل انسانوں کی دنیا ہے اے خدا
امت مسلماں بے ایماں ہے اے خدا
نہیں رہا یہاں کوئی مسلمان اے خدا
صرف تیری ہی مدد درکار ہے اے خدا

یہ صرف ہمارے ہی اخلاص کی کمزوریاں ہیں
یہ صرف ہمارے ہی عمل کی غلطیاں ہیں

دشمن چالاک ہے اور سفر مشکل

محمد خضر حیات شیخ

استاذ، قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدرآباد

اللہ تعالیٰ انسانوں کا خالق ہے اور مردوں میں سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام اور عورتوں میں اماں حوا علیہا السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں بھیجا اور ایک درخت کے ذریعے سے ان کی آزمائش کی۔ شیطان نے انہیں اس آزمائش میں کامیاب نہ ہونے دیا اور اس نے ان سے کہا :

مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔ (الاعراف :20)

"کہ تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جنت میں رہنے والے نہ ہو جاؤ۔"

شیطان نے خود کو ان کا خیر خواہ ظاہر کرتے ہوئے انہیں لالچ دیا اور وہ اس کے بہکاوے میں آکر درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ قصہ آدم و ابلیس میں اللہ تعالی نے انسان کے لیے جہاں بہت سے سبق رکھے ہیں وہاں ایک سبق یہ بھی ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النساء:28) لہذا ہوشیار رہنا کہیں تمہارا دشمن شیطان تمہاری کمزوریوں سے فائدہ نہ اٹھالے۔ قارئین کی توجہ جس کمزوری کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء آیت نمبر 37 میں فرمایا :

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ

"انسان بڑا جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔"

اسی طرح سورۃ المعارج آیت نمبر 19 میں فرمایا :

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا

"بیشک انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ہے۔"

انسان ہر چیز جلدی مانگتا ہے خواہ دنیا کی کامیابی ہو یا آخرت کا خسارہ۔ جب اسے کسی دنیاوی کامیابی کا راز معلوم ہو جائے تو یہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور اگر وہ نہ ملے تو مایوس ہو جاتا ہے واویلا کرتا ہے۔ جب آخرت کے حساب کتاب یا قیامت سے ڈرایا جائے تو یہ کہتا ہے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو جزع فزع کرتا ہے۔ یہ دنیا مسافر خانہ ہے اور انسان یہاں مسافر ہے ابتدا میں جب موجودہ سہولیات مہیا نہیں تھیں اس وقت لوگ اونٹوں، گھوڑوں، خچروں وغیرہ پر سامان لاد کر میلوں سفر طے کرتے جگہ جگہ قیام کرتے ہوئے اپنی منزل تک پہنچتے تھے، راستے میں لٹ جانے کا خطرہ، جنگلی جانوروں کا خطرہ، موسم کی مشکلات سردی، گرمی، آندھی، طوفان ان تمام خطرات کے باوجود کبھی تجارت کی خاطر کبھی حصول علم کی خاطر اور کبھی کسی اور وجہ سے جب سفر کرنا ہوتا تو تمام تکالیف پر صبر کرتے ہوئے لوگ سفر

کرتے۔ آج بھی اگر کوئی سفر کا ارادہ کرے اور گاڑی تاخیر کا شکار ہو یا راستے میں کہیں خراب ہو جائے تو ایک ذہنی کوفت بہر حال ہوتی ہے اور چاروناچار صبر ہی کرنا پڑتا ہے اور دوران سفر حادثات کا خطرہ اپنی جگہ موجود ہے جس میں انسانی جان بھی چلی جاتی ہے اور کبھی زندگی بھر کی محتاجی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اب چونکہ متعدد سہولیات مہیا ہیں سفر بھی آرام دہ ہوگیا ہے اور ممکنہ حادثات کے خطرات بھی کم نظر آتے ہیں تو آج انسان اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے یہی حال انسانی زندگی کا ہے کہ موجودہ دور میں جتنی سہولیات انسان کو مہیا ہیں اس سے پہلے کبھی نہ تھیں بجائے ان پر شکر ادا کرنے کے انسان اتنا ہی بے صبرا ہوتا جا رہا ہے۔

صبر کے معنی ہیں خود کو قابو میں رکھنا اور ڈٹے رہنا۔ بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ صبر کی تین بنیادی اقسام ہیں۔ پہلی قسم ہے الصبر علی الطاعت اللہ تعالی کی اطاعت پر صبر یعنی اس کی اطاعت پر ڈٹے رہنا جیسا کہ اللہ کا حکم ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کہ جو کوئی بھی تم میں سے اس (رمضان) مہینہ کو پائے تو اس میں روزہ رکھے، پھر چاہے رمضان کا مہینہ گرمی کی کتنی ہی شدت میں آئے روزہ نہیں چھوڑنا، اسی طرح اللہ کا حکم ہے اَقِيْمُوا الدِّيْنَ تو دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنی ہے پھر چاہے اس میں کتنی ہی رکاوٹیں آئیں گویا ہر حکم میں اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔ دوسری قسم ہے الصبر عن المعصیۃ خود کو گناہوں سے روکنا، ہر اس شے سے خود کو روکنا جس سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اکل حرام سے بچنا یعنی اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو کھانے پینے سے پرہیز کرنا، سود سے رشوت خوری سے گویا ہر قسم کی حرام کمائی سے بچنا، اسی طرح اللہ کا حکم ہے کہ بے حیائی کے قریب بھی نہ پھٹکو تو خود کو بے حیائی و فحاشی سے دور رکھنا۔ تیسری قسم ہے صبر علی البلاء یعنی آزمائش پر صبر، اس تیسری قسم کو ڈاکٹر صاحب ؒ مزید دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، پہلی ہے صبر علی الایذاء یعنی تکالیف پر صبر، تکالیف سخت اور مشکل حالات کی صورت میں بھی آسکتی ہیں، تکالیف جسمانی بھی ہو سکتی ہیں زبانی بھی، اللہ کی طرف سے کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا کیا جاسکتا ہے یا باطل کے مقابلہ میں حق و صداقت پر قائم رہنے کی صورت میں کوئی تکلیف پیش آسکتی ہے جو کہ جسمانی بھی ہو سکتی ہے اور زبانی بھی، زبانی تکلیف یہ ہو سکتی ہے کہ انسان کو جھٹلا دیا جائے لعن طعن کی جائے ایسے جملے کہے جائیں جس سے دل کو ٹھیس پہنچے۔ صبر علی البلاء کی دوسری قسم ہے صبر علی الطمع لالچ پر صبر یہی وہ طمع ہے جس کے ذریعے سے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکایا اور وہ ہمیشگی کی جنت کے حصول اور اللہ کے مقرب فرشتے بن جانے کی خواہش میں شیطان کے جال میں پھنس گئے اور جو شیطان چاہتا تھا وہ غلطی کر بیٹھے اور جنت سے نکال دیے گئے۔ یہی حربہ شیطان آج ابن آدم پر بھی آزما رہا ہے، اور ابن آدم بہتر سے بہتر کی تلاش میں ھل من مزید کا نعرہ لگاتے ہوئے اس کی بتائی ہوئی راہ پر دوڑتا چلا جا رہا ہے۔

فطرتاً انسان آسائش کو پسند کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے بھی دنیا پر صبر کے بدلے آخرت میں ہمیشگی والے باغات اور آسائش کا وعدہ کیا ہے۔ وہ ہمیشگی کے باغات جہاں ایک دفعہ جانے کے بعد دوبارہ نکالے جانے کا خوف نہیں، جہاں ہر قسم کی آسائش میسر ہے، جہاں کی لذتوں میں ہر پل بڑھوتری ہے، جہاں نہ تھکاوٹ ہے، نہ بوریت ہے، نہ بڑھاپا ہے، نہ موت ہے، وہاں کی کسی شے کو زوال نہیں جس کا اللہ رب العزت نے وعدہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بشارت دی۔ ان آسائشوں کا حصول تب ہی ممکن ہے جب ابن آدم اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے نقش قدم کی پیروی کرے، جس طرح انہوں نے اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کی اور آئندہ کی زندگی میں صبر کے دامن کو تھامے رکھا اسی روش کو اختیار کر کے ابن آدم ہمیشگی کی راحت کے حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا انداز تنبیہ ۔ ۔ ۔ (چوتھی قسط)

مولانا محمد آصف

مختلف موقعوں کی مناسبت سے اندازِ تنبیہ :

اس باب میں جو چیز جزو مشترک کے طور پر سب احادیث مبارکہ میں پائی جاتی ہے وہ نرمی، شائستگی، تہذیب اور موعظہ حسنہ ہے، چنانچہ کہیں اگر سخت انداز ہے تو وہ بھی حکمت بھرا ہے کہ سب کو اجتماعی صورت میں خطاب کیا گیا ہے، اور کہیں اگر کسی نے نامعقول عذر بیان کر دیا تو اسے بڑے ہی نرالے انداز میں تنبیہ کی گئی جو بتلا بہ کو دائمی صداقت عطا کرتی ہے۔ اور کسی نے بظاہر کوئی گھناؤ جرم کر لیا پھر اپنا عذر سنانے کے لیے آگے بڑھا تو بڑی فراخ دلی کے ساتھ نہ صرف عذر سنا بلکہ سابقہ کوتاہی کی وجہ سے اگر ساتھ رہنے والے لوگوں کے دل میں کوئی میل آگیا تو اس کا مداوایوں کیا گیا کہ ان کی نگاہوں میں جو خطاکار تھا اس کے فضائل سنا کر خوبیوں کو مدنظر رکھنے اور خامیوں سے صرف نظر کرنے کی حکیمانہ دعوت دی گئی۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" پیغمبرانہ زندگی نہ کسی ذاتی عداوت و کدورت کو کوئی وقعت دیتی ہے اور نہ ان کا غیض و غضب ہوائے نفس کے تابع ہوتا ہے۔ ایک نبی کو اگر صبر آزما حد تک ایذا، تکلیف دی جائے پھر موذی شخص رحم کا طالب ہو تو وہ بلاشبہ عفو و کرم ہی پائے گا۔ اور مکارم اخلاق کے ہر پہلو کا مظاہرہ دیکھے گا۔"

قومیت کی بنیاد پر پیدا ہونے والے اختلاف پر کراہیت آمیز انداز میں تنبیہ کرنا :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مہاجرین میں سے بہت سے حضرات جمع ہو گئے، حتی کہ ان کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا، اور مہاجرین میں ایک شخص بڑے ہی تفریح پسند تھے تو انہوں نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، اور وہ انصاری بڑے غصہ ہوئے یہاں تک کہ ایک دوسرے کو بلانے لگے، تو انصاری نے پکارا : اے انصار کی جماعت! (اپنے قبیلے کے آدمی کی مدد کے لیے آؤ) اور مہاجر صحابی نے پکارا : اے مہاجرین کی جماعت (اپنے قبیلے کے آدمی کی مدد کے لیے پہنچو) تو نبی اکرم ﷺ (خیمہ وغیرہ سے) باہر تشریف لائے اور فرمایا "جاہلیت کے دعوے کو کیا ہو گیا" (اپنی موت مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا؟) پھر فرمایا : انہیں کیا ہو گیا؟ تو انہیں بتایا گیا کہ اس مہاجر صحابی نے فلاں انصاری کو مارا ہے۔ راوی کہتے ہیں : تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : "اسے (قومیت پرستی کو) چھوڑ دیجیے، کیوں کہ یہ بدبودار چیز ہے۔" (صحيح البخاري، رقم الحديث: 3518)

دوسرے کے ساتھ منفی سوچ رکھنے والے کی سوچ کا رخ اسی کی طرف پھیر کر تنبیہ کرنا :

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔ تو سارے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے ٹھہر جا! ٹھہر جا! البتہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : میرے قریب

ہوجائیے، تو وہ ان کے قریب ہو گئے، راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ بیٹھ گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ اسے اپنی ماں کے لیے پسند کریں گے؟ تو اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم کبھی بھی نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اسے اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ کیا آپ اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہیں۔ تو اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم کبھی بھی نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ اسے اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتے ہیں؟ تو اس نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اسے اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ اسے اپنی خالہ کے لیے پسند کرتے ہیں؟ تو اس نے عرض کیا اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اور لوگ بھی اسے اپنی خالاؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا: اے اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرمادیجیے، اور اس کے دل کو پاک فرمادیجیے، اور اس کی شرم گاہ کو حرام سے محفوظ رکھیے۔ تو اس کے بعد وہ نوجوان کسی (مشتبہ) چیز کی طرف متوجہ بھی نہ ہوتے تھے۔ (مسند أحمد، كتاب مسند الانصار، باب حديث أبى امامة الباهلى)

نبی اکرم ﷺ نے اس شخص میں تقویٰ، دیانت داری کا وہ پہلو اخذ فرمایا جسے دوسرے حضرات محسوس بھی نہ کر سکے۔ کہ یہ شخص اگر بد دیانت اور بدکار ہوتا تو چھپ کر اپنا پیٹ بھرنے کی فکر کرتا بر سر عام اتنے بڑے گھٹیا گناہ کی اجازت چاہنے کی جرأت نہ کرتا۔

براہ راست سب کے سامنے خطا کار کو اس کی غلطی پر متنبہ نہ فرمانا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ان پر زردی کا کچھ اثر دکھائی دے رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کا حال یہ تھا کہ آپ بہت کم کسی ایسے شخص کے روبرو ہوتے، جس کے چہرے پر کوئی ایسی چیز ہوتی جسے آپ ناپسند کرتے، چنانچہ جب وہ چلے گئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چاہیے کہ تم اسے کہہ دو کہ یہ زردی اپنے چہرے سے دھولے۔ (سنن ابى داؤد، رقم الحديث: 4182)

اس حدیث مبارک میں نبی اکرم ﷺ نے مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس کام کی کراہیت بھی ظاہر فرما دی نیز ان میں اپنے بھائی کے بارے میں کوئی اور خیال پکانے کے بجائے ناصحانہ پہلو بھی اجاگر فرما دیا کہ تم میں سے کوئی شخص ان سے اس کام سے بچنے کی تلقین کر دے۔

سوچ و فکر کی عدم درستگی پر عمومی انداز پر تنبیہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے ان کی ازواج مطہرات سے ان کے تنہائی کے اعمال کے بارے میں پوچھا۔ جب انہیں بتایا گیا تو انہیں وہ عبادات کچھ کم لگیں اور کہنے لگے کہ اللہ نے اپنے رسول کو چونکہ بخش دیا ہے اس لیے ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہیے لہٰذا ایک نے کہا کہ میں عورتوں سے شادی بیاہ نہیں کروں گا، اور دوسرے نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھایا کروں گا۔ اور تیسرے نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سویا کروں گا تاکہ اللہ کی عبادت زیادہ سے زیادہ کر سکوں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی اور فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ ایسا ایسا کہتے ہیں؟ میں تو نماز (تہجد) بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور (نفلی) روزہ بھی رکھتا ہوں، اور نہیں بھی رکھتا، اور خواتین سے رشتۂ ازدواج بھی قائم کرتا ہوں، تو جو کوئی میری سنتوں سے اعراض برتے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔" (صحيح مسلم، رقم الحديث: 3403)

سوچ و فکر کا خلل عموماً عملی کوتاہیوں کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا اگر سوچ و فکر کی اصلاح ہو جائے تو عملاً بھی خطاؤں کا صدور کم ہو جاتا ہے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔

حسن اخلاق کی اہمیت و فضیلت

مفتی مسعود الرحمن

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدر آباد

حسن اخلاق کا معنی اور اس کی حقیقت :

آج کل لوگوں نے جس اخلاق کے مفہوم کو بہت خاص کر دیا ہے اور وہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ حسن اخلاق کا مطلب صرف لوگوں سے خندہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ ملنا۔ مہربانی اور شفقت کا معاملہ کرنا، مسکرا کر بات کر لینا اور ہمدردی کے الفاظ کہہ دینا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کا مفہوم بہت وسیع ہے اور اپنے اندر پوری انسانی زندگی کو سمیٹے ہوئے ہے، وہ صرف مذکورہ چیزوں کو ہی شامل نہیں ہے بلکہ اس کے بہت سے شعبے ہیں۔ شیریں و میٹھے بول، عفوو درگزر، رفق و نرمی، شفقت و مہربانی، اُنس و محبت، اکرام و اعظام، حلم و بردباری، شرم و حیا، وسعت ظرفی و سخاوت، صلہ رحمی و حاجت روائی، تعاون و امداد، صبر و شکر، طمانت و سنجیدگی، عدل و انصاف، امانت و دیانت، ماں باپ، بہن بھائی، عزیز و اقارب، بیوی بچے، یتیموں، مسکینوں، پڑوسی، مسلم و غیر مسلم، حتیٰ کہ جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی حسن سلوک و حسن معاملہ وغیرہ، یہ تمام حسن اخلاق کے شعبے ہیں جن کی شریعت مطہرہ میں تعلیم دی گئی ہے اور ان تمام شعبوں میں اچھا رویہ اختیار کرنے والا ہی اچھے اخلاق کا حامل ہے اور اس عظیم صفت سے متصف کہلانے کا مستحق ہوگا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب اخلاق کے مفہوم میں وسعت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خوب سمجھ لیں کہ شریعت میں اخلاق کا مفہوم بہت وسیع اور عام ہے۔ اس مفہوم میں بیشک مذکورہ باتیں بھی داخل ہیں لیکن حسن اخلاق صرف اسی طرز عمل میں منحصر نہیں ہے۔

بلکہ اخلاق در حقیقت دل کی کیفیت کا نام ہے، دل میں جو جذبات اٹھتے ہیں اور جو خواہشات دل میں پیدا ہوتیں ہیں ان کا نام اخلاق ہے پھر اچھے اخلاق کا معنی یہ ہیں کہ انسان کے جذبات میں اچھی اور خوشگوار باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور برے اخلاق کی معنی یہ ہیں کہ انسان کے دل میں خراب جذبات اور غلط خواہشات پیدا ہوتی ہوں۔

لہذا شریعت کا بہت اہم حصہ یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق کی اصلاح کرے اور دل میں ہان والے جذبات کو اعتدال پر لائے۔

قرآن پاک میں بھی جگہ جگہ حسن اخلاق کے مفہوم کو ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 133 آیت 134 کے مفہوم میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ رب العزت کو غصہ پینے والے اور معاف کرنے والے پسند ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت 159 کے مفہوم میں ہے کہ نرم مزاجی اللہ کی رحمت اور مہربانی ہے۔ سورۃ المؤمنون آیت 03 کے مفہوم میں ہے کہ کامیاب مسلمان لایعنی اقوال وافعال سے گریز کرتے ہیں۔ سورۃ الفرقان آیت 72 کے مفہوم میں ہے کہ عباد الرحمٰن بے فائدہ چیزوں سے وقار سے گزر جاتے ہیں۔ سورۃ الحجرات آیت 11 کا مفہوم ہے کہ مسلمان نہ کسی کا مذاق اڑاتا ہے نہ طعنہ دیتا ہے اور نہ برے لقب سے پکارتا ہے۔ سورۃ القلم آیت 04 میں ہے کہ آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔

احادیث مبارکہ میں بھی حسن اخلاق کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یقیناً مومن بندہ اپنے اچھے اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جوایک روزہ دار اور شب بیدار پاتا ہے۔" حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن مومن بندے کی میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ کوئی بھاری چیز نہیں ہوگی اور یقیناً اللہ تعالی بدزبان اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سے عمل لوگوں کو زیادہ جنت میں لے جانے والے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق۔" اور پوچھا گیا کون سے عمل لوگوں کو زیادہ جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "منہ اور شرم گاہ (کا غلط استعمال)۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسلمانوں میں ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل شخص ان میں بہترین اخلاق والا ہے۔" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کسی بھی نیکی کو حقیر مت جانو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کریں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند پایہ اخلاق:

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے ہم نشینوں کے ساتھ سیرت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی تھی، آپ بہت نرم مزاج تھے، آپ سے بات کرنا بہت سہل تھا، آپ بد مزاج اور سخت دل نہ تھے۔ نہ بدگفتار تھے، نہ لوگوں کے عیوب بیان کرتے تھے، نہ بخل کرتے تھے، فضول باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ جو آپ کے پاس امید لے کر آتا، آپ اس کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ آپ کسی شخص کی مذمت کرتے نہ اس کا عیب نکالتے، اور نہ کسی کی پوشیدہ چیز معلوم کرتے تھے، اور صرف اسی معاملے میں بات کرتے تھے جس میں آپ کو ثواب کی امید ہوتی ہو۔ اور جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہم مجلس اس طرح اپنے سروں کو جھکاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ اور جب آپ خاموش ہوجاتے تب وہ آپ سے کوئی بات کرتے تھے، اور وہ آپ کے سامنے کسی بات میں بحث نہیں کرتے تھے، اور جب کوئی شخص آپ سے بات کرتا تو سب اس کی بات ختم ہونے تک خاموش رہتے۔ جب آپ کے شرکائے مجلس ہنستے تو آپ ہنستے تھے اور جس چیز پر وہ تعجب کرتے، آپ تعجب کرتے تھے، جب کوئی اجنبی شخص آپ سے بات کرتا یا سوال کرتا تو آپ صبر کرتے تھے حتیٰ کہ اگر آپ کے احباب اس پر سختی کرتے تو آپ فرماتے جب تم دیکھو کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو طلب کر رہا ہے تو تم اس کے ساتھ نرمی کرو، آپ کسی کے کلام کو منقطع نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ وہ شخص حق سے تجاوز کرتا تو پھر اس کی بات کاٹ کر اسے روکتے یا اٹھ جاتے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ پھر فرمانے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ بااخلاق تھے۔ اللہ کی قسم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سات سال یا فرمایا نو سال خدمت کی، مجھے نہیں معلوم کہ کبھی آپ نے کسی کام کے لیے جو میں نے کیا ہو یوں کہا کہ تم نے ایسا ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی اس کام کے لیے جسے میں نے چھوڑ دیا ہو یوں فرمایا ہو کہ تم نے کیوں نہیں کیا۔

ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے عظیم اخلاق کے مالک تھے۔ کبھی بداخلاقی کا بدلہ بداخلاقی سے نہیں دیا، اپنے ہوں یا پرائے، مسلمان ہوں یا غیر مسلم شہری ہوں یا اعرابی، ہر ایک کے ساتھ محبت و شفقت سے نرمی کا برتاؤ کیا۔

محنت کی عظمت

عبد الرافع

طالب علم سال دوم، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ

محنت کے معنی اور مفہوم :

محنت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی دکھ، رنج، تکلیف، زحمت اور پریشانی کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ مشقت، ریاضت، سخت کوشی، جان فشانی، تن دہی، کام کاج اور مزدوری کے ہیں۔

عظمت بھی عربی زبان کا لفظ ہے. جس کے معنی بزرگی، بڑائی، برتری، شان و شوکت، قدر و منزلت اور عزت کے ہیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ محنت کسی خاص مقصد یا مقصد کے حصول کے لیے مسلسل کوشش کا نام ہے۔ کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے وقت لگانا اور کوشش کرنا بھی محنت ہی ہے۔

محنت کی ترغیب کے حوالے سے قرآن میں جا بجا ارشادات ربانی موجود ہیں :

"اور یہ کہ انسان کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اس نے کوشش کی ہو۔" (سورة النجم)

"اور دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ بھول۔" (سورة القصص)

"اور پھر جب نماز (جمعہ) ختم ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور پھر اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرنے لگو۔" (سورة الجمعہ)

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔" (سورة النساء)

"پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کیا کرو اور اسی کی عبادت کیا کرو اور اسی کا شکر بجا لایا کرو۔" (سورة العنكبوت)

محنت کی عظمت اور سنت رسول ﷺ :

آپ ﷺ کے ارشادات اور آپ کی عملی زندگی سے ہمیں ہمیشہ محنت و مشقت ہی کی تلقین ملتی ہے۔

محنت کی عظمت کے حوالے سے اگر نبی کریم ﷺ کی زندگی کا مشاہدہ کریں تو آپ ﷺ نے بچپن میں بکریاں چرائیں۔

بعثت سے پہلے باقاعدہ تجارت کی اور تجارت کی غرض سے طویل سفر بھی کیے۔

بیت اللہ، مسجد قبا اور مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں حصہ لیا اور صحابہ کے ساتھ مزدوروں کی طرح کام کیا۔

اور اسی طرح غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے میں صحابہ کرام کے شانہ بشانہ بنفس نفیس شرکت کی۔

آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا یہ پہلو تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے کہ آپ ﷺ خود اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔

اور آپ ﷺ اپنی جوتیوں کی خود مرمت بھی فرمالیا کرتے تھے۔

محنت اور انبیائے کرام علیہم السلام :

انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے پہلے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی باڑی کر کے محنت کی بنیاد رکھی۔

حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی (کارپینٹر) کا کام کرتے تھے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کشتی بنائی جو طوفان میں کام آئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا کام جانتے تھے آپ نے ہی زمانے کو سامانِ حرب مثلاً زرہیں، تلواریں اور دیگر سامان جنگ سے روشناس کروایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اجرت پر دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں خدمت گزاری کرتے رہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے کپڑے سینے کا ہنر زمانے کو دیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے کپڑے سی کر اپنی گزر بسر کی۔

حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام راج گیری کا کام جانتے تھے۔ اور آپ دونوں نے مل کر خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دس سال تک بکریاں چرا کر محنت کو عظمت عطا کی۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

محنت اور خلفائے راشدین :

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت سنبھالنے کے بعد بھی کپڑوں کی گٹھری اپنی پیٹھ پر لاد کر مدینے کے گرد و نواح میں کپڑا بیچا کرتے تھے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما تجارت کیا کرتے تھے۔

اسلام نے محنت ہی کو دنیا اور آخرت کی ترقی اور کامیابی کا ذریعہ قرار دیا۔

محنت کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خدا نے ہر انسان، چرند پرند، جانوروں اور جانداروں کے لیے محنت کو لازمی قرار دیا ہے۔ زندگی کی ترقی کا انحصار محنت پر منحصر ہے۔ دنیا کی ترقی کا راز بھی محنت میں ہی پوشیدہ ہے۔

محنت ایک ایسی دولت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی انسان محنت کرے اور اس کو اس کا پھل نہ ملے۔ بقولِ مولانا حالی :

مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی
جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی
فضیلت نہ عزّت نہ فرماں روائی

ہماری تقدیر ہمارے ہاتھوں میں ہے معاشرے میں خوشحالی اسی وقت آ سکتی ہے جب محنت کو شعار بنایا جائے گا۔ قرآن مجید پہلے ہی یہ اصول بیان کر چکا ہے :

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝۳۹ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى ۝۴۰ (النجم)

"انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر اس کی وہ کوشش جو اس نے کی ہے اور یقیناً وہ اپنی کوشش کا ثمر بہت جلد دیکھے گا۔"

محنت کے بارے میں سنہری اصول:

۱۔ ثابت قدمی:

اپنے ذہن میں جنم لینے والے آئیڈیے کے لیے محنت کا عمل فوری طور پر شروع کر دیں۔ آنے والی مشکلات سے گھبرانے کی بجائے ثابت قدمی اور استقامت سے ڈٹے رہیے، ڈر کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیں۔

۲۔ غور و فکر:

محنت کا ایک یہ بھی اصول ہے کہ اپنے کام سے متعلق ضروری معلومات حاصل کریں اور اپنے مقصد کو پانے کے دوران جو مشکلات آئیں ان پر غور و فکر کرتے رہیں آپ کبھی بھی اپنے کام کو اہمیت نہ دے کر اور وقت کو برباد کر کے اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے۔

۳۔ خوف کا خاتمہ:

ذہن میں پیدا ہونے والے منفی افکار سے چھٹکارا پانے کے لیے اپنے ذہن سے اور دل سے خوف نکال دیں اور اللہ پر توکل کیجیے۔

۴۔ کوتاہی اور سستی سے اجتناب:

کوتاہی اور سستی سے اجتناب برتنا ہی محنت کا روشن اصول ہے۔ سستی سے اجتناب آپ کو پشیمانی سے بچا سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو بھی کام میں کوتاہی کرے گا وہ پشیمانی میں مبتلا ہوگا۔"

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی قوم یا فرد کو محنت کے بغیر نہ کبھی عزت ملی ہے اور نہ ہی بلند رتبہ ملا ہے۔ محنت کرنے والوں کی دنیا تکریم کرتی ہے۔

بقول مولانا حالی:

مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی
جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی

اور

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
ہر شیشہ ٹوٹ جاتا ہے پتھر کی چوٹ سے
پتھر ہی ٹوٹ جائے وہ شیشہ تلاش کر

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس سال اول کے تیسویں بیچ میں کل 73 طلباء و طالبات آن لائن و آن کیمپس زیر تعلیم ہیں۔ بارہ طلبہ نے تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی۔ ماہ رواں میں خصوصی محاضرات و لیکچرز کے تحت "اسلام کی نشاۃ ثانیہ (مکمل)" اور "میرا گھر میری ذمہ داری (جاری)" بالترتیب مدیر تعلیم انجمن جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب اور صدر انجمن جناب انجینئر نعمان اختر صاحب کی زیر تدریس منعقد ہوئے۔ مبادیاتِ علومِ دینیہ کا آغاز الحمدللہ 19 اگست بروز ہفتہ سے (حضرات و خواتین کے لیے) ہو چکا ہے، جو LMS پر براہ راست بھی کروایا جا رہا ہے۔

حلقات و دوراتِ دینیہ کے تحت 03 جولائی سے مختصر دورانیے کے کورسز الحمدللہ شروع کیے جا چکے ہیں (صرف حضرات کے لیے)۔ جن میں آسان عربی گرامر، منتخب نصاب، شمائل ترمذی، تجوید القرآن اور سیرۃ الصحابہ شامل ہیں۔ اور خواتین کے لیے یکم ستمبر سے قرآن اب آسان، سیرت النبی ﷺ، تدبر القرآن اور Young Muslimah کورسز شروع کیے جا چکے ہیں۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تینوں شعبہ جات یعنی شعبہ حفظ قرآن، شعبہ ناظرہ قرآن اور شعبہ قاعدہ میں بنین اور بنات دونوں شامل ہیں۔ آن لائن کلاسز میں ملکی و غیر ملکی طلباء شامل ہیں۔ ماہ نومبر میں مدرسہ کے شعبہ حفظ (کل وقتی) کا مسابقہ ہوا اور ایک طالب علم کی آمین ہوئی۔ شعبہ حفظ بنات کو 18 ستمبر بروز پیر سے کل وقتی کر دیا گیا ہے۔ مدرسہ کے تمام شعبہ جات میں ششماہی امتحان منعقد ہوا۔ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں مدرسہ ھٰذا کے تمام اساتذہ نے شرکت کی جبکہ ایک استاذ وفاق کا امتحان دینے والے بچوں کی تدریس کے لیے رکے رہے۔ علاوہ ازیں شعبہ حفظ کی طالبات کو اس سال تفریحی پروگرام کی غرض سے 09 نومبر بروز بدھ صبح 07:45 بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس سے اے زی فارم ہاؤس لے جایا گیا۔

مسجد میں ماہ نومبر کا دوسرا خطبہ جمعہ نگرانِ انجمن و امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے جبکہ پہلے، تیسرے اور چوتھے جمعہ میں مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے خطاب ارشاد فرمائے۔ 04 تقاریب نکاح منعقد ہوئیں، اور 03 نکاح نامے رجسٹرڈ ہوئے۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس (سال اول) میں کل 58 طلبہ ہیں جن میں سے 09 سامع طلبہ ہیں۔ سال دوم میں کل 37 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ خصوصی محاضرات و لیکچرز کے ضمن میں استاذ محمد ارشد صاحب نے جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع پر 140 خواتین و حضرات کو لیکچر دیا۔

حلقات و دورات (Short Courses) کے تحت مختلف عنوانات کے ساتھ کل 21 کورسز جاری ہیں جن میں شرکاء کی تعداد 105 افراد تک ہے۔ آن لائن کورسز کے تحت استاذ عاطف محمود صاحب 08 طلباء کو قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل کی تدریس کر رہے ہیں۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ درجۂ حفظ میں 118 طلبہ اور درجۂ ناظرہ بنین و بنات میں کل 264 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں ۔ شرکت دعا میں طلبہ کرام تلاوت، دعائیں، احادیث مبارکہ کا اہتمام کرتے ہیں اس کے علاوہ اساتذہ کرام درس گاہ میں وعظ و نصیحت کا اہتمام فرماتے ہیں۔ ماہ رواں درجہ قاعدہ میں دو، دو طلبہ وطالبات کو داخلہ دیا گیا اور دو، دو طلبہ و طالبات کو درجہ قاعدہ سے درجہ ناظرہ میں ترقی دی گئی۔

مغرب تا عشاء حلقہ برائے ناظرہ قرآن حکیم میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ وگردو نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں ۔ جن کی مجموعی تعداد 52 ہے۔

دعوت و تبلیغ کے تحت مسجد میں پہلا خطبہ جمعہ "موجودہ حالات میں کرنے کا کام" کے عنوان سے محترم محمد ارشد صاحب نے، دوسرا "تعمیر سیرت کی اساس" کے عنوان سے محترم عبدالحسین صاحب نے، تیسرا "خطاب بہ نوجوانان اسلام" کے عنوان سے محترم سید سلیم الدین صاحب نے اور چوتھا خطبہ "اسرائیل کی غارت گری (عالم اسلام کا ردِ عمل کیا ہو)" کے عنوان سے محترم عاطف محمود صاحب نے دیا۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت درج ذیل امور سر انجام دیے گئے: اس ماہ شعبہ میں منتخب نصاب تفصیلی کی ٹرانسکرپشن شروع ہوئے دس ماہ گزر چکے ہیں۔ منتخب نصاب کا حصہ اول (جامع اسباق) مکمل ایڈیٹنگ کے مراحل سے گزر کر تیار ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں منتخب نصاب حظ عظیم مکمل اور جامع اسباق کا خلاصہ کی مکمل تصحیح بمعہ فارمیٹنگ ہو چکی ہے۔ رسالہ آئینۂ انجمن ماہ اکتوبر کو مکمل کیا۔ ترجمہ برائے تدریس قرآن حکیم (جلد دوم) کی پروف ریڈنگ، نکات برائے تدریس قرآن حکیم حصہ دوم کی Insertion checking کی گئی۔ علاوہ ازیں ترجمہ برائے تدریس قرآن حکیم (جلد ہفتم) پروف ریڈنگ جاری ہے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال اول 23 - 2022 میں 32 خواتین اور 18 حضرات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں تدریس کا عمل جاری ہے۔ شعبۂ بنین کے درجہ حفظ میں 46 جبکہ درجۂ قاعدہ و ناظرہ میں 100 طلبا اور شعبۂ بنات میں 127 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ شعبۂ بنین میں طلبا کے لیے بزم کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں طلبا نے قراءۃِ قرآن، حمد و نعت پیش کیں۔ شعبۂ بنین میں 02 طلبا نے قاعدہ مکمل کیا۔ شعبۂ حفظ کے طلبا کے لیے دو تربیتی لیکچرز اور دو بزم کا انعقاد کیا گیا۔ شعبۂ خواتین میں بڑی عمر کی خواتین کے لیے تجوید القرآن و ناظرہ کی کلاس جاری ہے جس میں تقریباً 30 خواتین زیر تعلیم ہیں۔ ناظرہ خواتین کی طالبات کے لیے "غزوہ خیبر، زہد کی اقسام، امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔ ناظرہ قرآن کی طالبات کے لیے "جھوٹ کی تباہ کاریاں، سنت کی تعریف، مستحب اور حرام کی تعریفات، مکروہِ تحریمی اور تنزیہی، مباح کی تعریف" کے موضوعات پر خصوصی و تربیتی لیکچرز منعقد ہوئے۔ شعبۂ خواتین کے تحت درجۂ قاعدہ کی طالبات کے لیے "نماز" کے موضوع پر تربیتی لیکچر اور "فلسطین کی موجودہ صورتِ حال اور ہماری ذمہ داری" کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں 60 خواتین نے شرکت کی۔ حلقات و دورات و دینیہ کے تحت امورِ خانہ داری کورس سے 09 خواتین استفادہ کر رہی ہیں۔ ہفتہ وار قرآن فہمی کورس بحسنِ خوبی جاری ہے۔ جس میں تقریباً 12 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

اسکول کے اسٹاف کے لیے ایک تربیتی کلاس کا آغاز کیا گیا ہے۔ جس میں نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب کی ریکارڈ شدہ مطالبات قرآن سیریز سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔ ماہِ اکتوبر میں سہ ماہی امتحانات منعقد کیے گئے۔ بوائز و گرلز سیکنڈری سیکشنز میں سیرت النبی ﷺ، حمد و نعت اور تقریری مقابلہ جات کے پروگرام منعقد کیے گئے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

الحمدللہ رجوع الی القرآن کورس باقاعدگی سے جاری ہے۔ اس کے علاوہ حضرات و خواتین کے لیے ہفتہ وار قرآن فہمی کورس اور بچوں اور بچیوں

کے لیے دینی تربیتی کورس جاری ہے۔ دورانِ ماہ نمازِ فجر میں قنوت نازلہ کا مستقل اہتمام کیا جا رہا ہے اور بعد نماز ترجمہ قرآن اور بعد نماز عصر درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے، جس کی ذمہ داری جناب قاری غلام اکبر صاحب ادا کر رہے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد نائب مدیر جناب سید جمیل احمد صاحب کی زیر تدریس اصلاحی خطبات کا مطالعہ جاری ہے۔ ہر جمعہ بعد نماز عشاء استاذ انجینئر عثمان علی صاحب کی زیر تدریس درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کر رہے ہیں، جس کی ریکارڈنگ انجمن خدام القرآن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا اور اس کی تشہیر کے لیے واٹس ایپ کمیونٹی بنائی گئی۔ علاوہ ازیں مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

الحمد للہ رجوع الی القرآن کورس بحسن و خوبی جاری ہے۔ رواں ماہ مدیر تعلیم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے "اسلام کی نشأۃِ ثانیہ، کرنے کا اصل کام" اور استاذ سعد عبد اللہ صاحب نے "سفرِ آخرت کے مراحل" کے عنوان سے خصوصی لیکچرز کی تدریس کی۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 09 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن اور آدابِ زندگی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ مغرب تا عشاء بالغان کے لیے تجوید القرآن کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ ہفتہ اور اتوار حضرات و خواتین کے لیے ویک اینڈ کورس ماڈیول 02 بحسن و خوبی جاری ہے۔ بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب ادارۂ ہٰذا میں حضرات و خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

الحمد للہ ادارۂ ہٰذا کے شعبہ سندھی کے تحت رواں ماہ ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کے کتابچے "رسولِ انقلاب کا طریقۂ انقلاب" کی کمپوزنگ کا کام جاری ہے نیز "مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق" نامی کتابچہ تمام مراحل سے گزر کر پروف ریڈنگ کے مرحلہ میں ہے۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ للبنین والبنات میں تدریس کا عمل بحسن و خوبی جاری ہے۔ شعبۂ بنین کے درجۂ حفظ میں 60 جبکہ درجۂ قاعدہ و ناظرہ میں 56 طلبا اور شعبۂ بنات میں 52 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسۃ البنین میں تذکیر کے حوالے سے تربیتی لیکچر بعنوان نماز، والدین و اساتذہ کا ادب، سچ بولنا، موبائل فون کے نقصانات منعقد ہوئے جس میں تدریس کی ذمہ داری مسئول مدرسہ حافظ محمد لقمان صاحب نے ادا کی۔ اسی طرح بزم طلبا کا انعقاد بھی کیا گیا جس میں طلبا نے قراءت، حمد و نعت میں حصہ لیا۔

حلقات و دورات و دینیہ کے تحت حضرات کے لیے قرآن فہمی ہفتہ وار کورس جاری ہے جس میں 14 حضرات شریک ہیں۔ خواتین کے لیے تجوید اور عربی گرامر کلاس جاری ہیں جن میں بالترتیب 10، اور 08 خواتین شریک ہیں۔ حضرات کے لیے اللغۃ العربیہ کلاس کا آغاز کیا گیا جس میں 08 حضرات شریک ہیں۔ سیرت خاتم النبیین لیکچر سیریز میں 30 حضرات اور 15 خواتین شریک رہیں جس کی تکمیل 05 نومبر کو ہوئی۔

شعبۂ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار مجلس تذکیر بالقرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ ناظم مرکز محمد ہاشم صاحب کی زیر تدریس قرآن حکیم کی پانچویں منزل کا آغاز کیا گیا جس میں "سورۃ الشعراء" کا مطالعہ جاری ہے۔ ماہانہ درس قرآن و حدیث میں "سیرت النبی ﷺ" کے موضوع پر انجینئر نعمان آفتاب صاحب نے خصوصی خطاب فرمایا۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

سالانہ اجلاس عام :

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے سالانہ اجلاسِ عام کے موقع پر شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب انجمن کی جاری سرگرمیوں اور مستقبل کے منصوبہ جات پر مشتمل ایک مختصر ڈاکومنٹری پیش کی گئی، اسی طرح گزشتہ سال کی سرگرمیوں پر مشتمل رپورٹ کو منظوری کے لیے بھی قابلِ دید بنا کر پیش کیا گیا۔ اسی نشست کی ایس ایم ڈی پر پروجیکشن بھی کی گی اور مکمل کاروائی کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی۔

عالمی حالات اور قرآن حکیم کا تصورِ امن (خطاب عام، نگران انجمن و امیر تنظیم اسلامی) :

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام عالمی حالات کے تناظر میں ایک خطابِ عام کا اہتمام کیا گیا، جس میں نگرانِ انجمن و امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے خطاب کیا، اس کی پریزینٹیشن کی تیاری، ایس ایم ڈی پر پروجیکشن اور ریکارڈنگ کی ذمہ داری شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے سرانجام دی گئی۔

سالانہ اجتماع تنظیم اسلامی 2023ء :

بہاولپور کے مقام پر تنظیم اسلامی کا سہ روزہ سالانہ اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے درج ذیل کلیدی ذمہ داریاں انجام دی گئیں۔

- پاور سپلائی، بیک اپ اور جنریٹر۔
- ایرے ساؤنڈ سسٹم، مروجہ ساؤنڈ سسٹم کے نسبت اس کھلے مقام پر کافی بہتری محسوس کی گئی۔
- اسٹیج کی تزئین، بالخصوص بیک ڈراپ اور لائٹنگ کی تیاری، جس کے لیے شعبہ ملٹی میڈیا انجمن لاہور کے ساتھ بھی متعدد میٹنگز کا معاملہ رہا۔
- ایس ایم ڈی پروجیکشن، جس کے لیے کراچی سے ہارڈ ویرز، کیمرے، مکسر اور دیگر ضروری سامان کو ساتھ لے جایا گیا۔
- پریزینٹیشن، پیش کی گئیں تمام پریزینٹیشنز پہلے کراچی موصول کی گئیں، پھر اس کو قابلِ دید بنانے کے لیے از سرِ نو ڈیزائن کیا گیا، پھر مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت سے منظوری حاصل کی گئی۔ تاہم اس میں مشاورت کے لیے مدیرِ تعلیم انجمن خدام القرآن سندھ اور ناظمِ تعلیم قرآن اکیڈمی ڈیفنس کی بھی معاونت حاصل کی گئی۔
- ریکارڈنگ کی لائیو ایڈیٹنگ بھی کی گئی جس کی کاپی مرکز کو وہیں حوالہ کردی گئی۔

اس تمام ترسعی کے لیے شعبہ ملٹی میڈیا کی ٹیم شعبہ تعلیم اور شعبہ آئی ٹی کی انتہائی شکرگزار ہے کہ اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو ذہنی و جسمانی صلاحتیوں کے ساتھ پیش کیا۔ فجزاھم اللہ خیراً

آسان عربی گرامر:

رجوع الی القرآن کورس میں جاری آسان عربی گرامر کی پریزینٹیشن کی از سر نو اعلیٰ طرز پر تیاری اور اس کی ریکارڈنگ کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے، اس سلسلہ کی اب تک 99 کلاسز ریکارڈ کی جا چکی ہیں، جبکہ 47 اسباق کی پریزینٹیشن کی تیاری کا عمل مکمل ہوگیا ہے۔

خطبات جمعہ (نگران انجمن شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ):

ماہِ نومبر 2023ء میں مسجد جامع القرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس) میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبۂ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے مرکزی تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل کے علاوہ انجمن کے آفیشل یوٹیوب چینلز پر اپلوڈ کیا گیا:

- لہو لہو فلسطین۔۔۔ امتِ مسلمہ بالخصوص اصحابِ علم اور حکمرانوں کی ذمہ داریاں

خطبات جمعہ (محترم عامر خان صاحب حفظہ اللہ):

ماہِ نومبر 2023ء میں جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطبات جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- اللہ کے پسندیدہ بندوں کی صفات | سورۃ المائدہ کی روشنی میں
- قتال فی سبیل اللہ اور اُس کی فضیلت
- دنیا کی حقیقت سورۃ الکھف کی روشنی میں

خطبات جمعہ (محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب حفظہ اللہ):

ماہِ نومبر 2023ء میں جامع مسجد، جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- فلسطین کے موجودہ حالات اور اُسوہ رسول ﷺ
- تربیت و تزکیہ محمدی ﷺ کے عناصر سہ گانہ

خطبات جمعہ (محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب حفظہ اللہ):

ماہِ نومبر 2023ء میں جامع مسجد، جامع القرآن، قرآن انسٹیٹیوٹ، گلستانِ جوہر میں محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- موجودہ حالات اور گھر والوں کی تربیت (حصہ دوم)
- مسئلہ فلسطین۔۔ چند سوال اور ان کے جواب

روشنی (ریڈیو پاکستان):

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے نگرانِ انجمن محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کر کے ان کی آڈیو ریکارڈنگز ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

☆ عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔

☆ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔

☆ علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔

☆ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیمِ قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیں، اور

☆ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021